قال اللہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

قال الرسول من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

(۹۹)

الاحسان

جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر
کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق
اور اسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہو

مولفہ

مولوی محمد احسان الدین صاحب علوی کاکوروی مولف منتخب القوانین
ومنتخب الاحکام وانتخاب قوانین اصولی ومترجم مضامین سیاست
مدن و ارژنگ فرنگ وغیرہ وغیرہ

باہتمام محمد علی مفید عام پریس پاٹانالہ لکھنؤ مین چھپا

جملہ حقوق محفوظ سنہ ۱۹۱۲ء قیمت ۸ر

ناظرین

رسالہ الناظر کا پہلا پرچہ یکم جولائی سنہ ۱۹۰۹ء کو شایع ہوا تھا اور اُسوقت سے آج تک ہمیشہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو شایع ہوتا رہا ہے۔ اس قلیل مدت مین پچاس صفحہ سے ترقی کر کے اسّی صفحہ حجم کر دیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ کی دیدہ زیبی مین کوئی فرق نہین آیا ہے اُسپر قیمت مین صرف بقدر ۲؍ کے اضافہ کیا گیا ہے یعنی ۱ع؍ سالانہ کے بجاے اب ۱ع؍ سالانہ معہ محصول ڈاک لیے جاتے ہین۔ البتہ قسم اول کے پرچون کی سالانہ قیمت چار روپیہ کے بجاے پانچ روپیہ کر دی گئی ہے۔

ظاہری حالت تو یہ تھی اب باطنی کیفیت سُنیے۔ اس تین سال مین جو مضامین الناظر مین شایع ہوئے ہین اُنکا پایہ علمی رسالون سے اسقدر بلند رہا ہے کہ آج علمی حیثیت سے الناظر تمام اردو رسالون مین ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ اور ہمکو اپنے پُرانے رسالون کو بھی آج اُسپر رشک کرنے کا موقع ہوتا ہے۔

علمی مضامین تو اسکی خاص خصوصیت مین داخل ہین مگر اُنکے ماسوا ہر پرچہ مین۔ ادبی۔ تاریخی۔ معاشرتی مضامین نثر و نظم کا ایسا بیش قرار مجموعہ درج کیا جاتا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور اسیوجہ سے اس کا شمار اسوقت ہندوستان کے بہترین رسالون مین کیا جاتا ہے۔

اپنی تعریف اپنے مُنہ سے کرنا اچھا نہین معلوم ہوتا۔ لہذا جس قدر حالات سے مطلع کرنا ضروری تھا بیان کر دیے گئے۔ اب آپ ازراہ توجہ ۸؍ (قسم اول) یا ۷؍ (قسم دوم) کے ایک پرچہ کی قیمت بھیجکر نمونہ منگا لیجیے اور اپنا اطمینان کر لیجیے۔ بشرط ناپسندیدگی ہمارا رسالہ واپس کر دیجیے گا تو ہم قیمت ارسال خدمت کر دین گے۔

خاکسار منیجر الناظر۔ فلاور ہلز لکھنؤ

نوٹ۔ یہ رسالہ الاحسان بھی اسی پتہ سے ملے گا اور ہمارے ذریعہ سے ہر قسم کی کتابون کی خرید و فروخت اور طبع و تقسیم وغیرہ کا انتظام بھی بکفایت و خوش اسلوبی ہو سکتا ہے۔

نذر

خاکسار مؤلف اس ناچیز کتاب کو نہایت ادب اور انکسار کے ساتھ

بنام نامی

عالی جناب مستطاب معلی القاب جناب مولوی محمد محی الدین خانصاحب

رکن عدالت العالیہ و بطور خاص ناظم عدالتہائے صوبۂ اورنگ آباد جنکے کمالات

اور قابلیت علمی نے ملک کو بہت کچھ فیض پہونچایا۔ حضرت کی مربیانہ سرپرستی اور

عالمانہ قدردانی کی نشانی کے طور پر باظہار خادمانہ عقیدت مندی معنون کرنے کا

شرف و افتخار حاصل کرتا ہے

فہرست مضامین الاحسان

دیباچہ

دنیا مین مختلف علوم موجود ہین اور نئے نئے علوم کی تدوین ہوتی جاتی ہے اور جدید تحقیقات اور ترقی نے ایسی باتونکو جنکو ہم معمولی سمجھتے تھے۔ علوم کی شکل مین مرتب کرکے علمی معلومات کی ایسی بیش بہا تصویر ہمارے سامنے پیش کی ہے جسکو ہم تحیر کی نظر سے دیکھتے ہین۔ یورپ اور امریکہ مین ہر شخص ایک ایک فن اور علم پر علیحدہ علیحدہ متوجہ معلوم ہوتا ہے اور اسکی ترقی مین کوشش اور تجربات کے ذریعہ سے نئی نئی باتون کا انکشاف کر رہا ہے اور اسوجہ سے وہان ہر فن اور علم مین لوگ کامل ہوتے جاتے ہین۔ اینا چنانچہ تھیاسوفی جس سے اہل یورپ اور امریکہ کے کان آشنا تک نہ تھے اُنھون نے اس درجہ اسمین ترقی کرلی ہے کہ دہریت اور الحاد سے ہزارون کو اُنھون نے بچالیا اور وہان بکثرت موحدین نظر آتے ہین حق درحقیقت علم تصوف جو تہذیب اخلاق اور عقائد کے علاوہ اعلی نتیجہ الہیات اور علم روحانی پر مشتمل ہے اُسکے مقابلہ مین دیگر علوم کی کوئی حقیقت نہین ہے عقلی علوم مین کمال حاصل کرنے کے بعد انسان ایک عرصہ کے بعد تعلیمیافتہ خیال کرنے کے قابل ہوتا ہے لیکن اُسکے ساتھ ہی عقاید کی خرابی کا اندیشہ رہتا ہے۔ کیونکہ اکثر فلاسفۂ یونان خدا کے وجود کے قائل ہی نہ تھے لیکن علم تصوف کی تکمیل کے بعد انسان کامل

درجہ تک رسائی ممکن ہے جدید تعلیم یافتہ حضرات کا اعتقاد ہے کہ تاوقتیکہ ہم کسی شئے کو آنکھ سے نہ دیکھین اسکا وجود کیونکر تسلیم کرین۔ اسلیے خدا کا وجود تسلیم کرنے مین وہ متامل ہوتے ہین حالانکہ حکمت کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ کسی شئے کا عدم علم اُسکے عدم وجود کا مستلزم نہین ہے۔ اسکے علاوہ جب ہمارے حواس خمسہ ظاہری ناقص ہین تو ہمارے ان حواس سے خدا کا ادراک مشکل ہے مثلاً حسن بصارت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ کسی شئے کے وجود کے کامل الیقین کا درجہ چشم دید ہے لیکن اس قوت کا بھی یہ حال ہے کہ درخت مین نمو ہورہا ہے۔ لیکن ہماری آنکھ اُسکے دیکھنے سے قاصر ہے۔ سایہ گھٹتا بڑھتا ہے۔ لیکن مطلق نظر نہین آتا ہے۔ ایک مخفی قوت ہم مین پوشیدہ ہے جسکا نام روح ہے لیکن ہم اُسکو دیکھ نہین سکتے ہین تاہم ان سب کے وجود کے ہم قائل ہین اور کبھی انکار نہین کرسکتے ہین۔ اسلیے کہ اثرات جب ہمکو نظر آرہے ہین تو مؤثر کا ہونا ضروری ہے۔ اسی مفہوم کو مولانا روم علیہ الرحمہ نے اس طریق پر ادا کیا ہے۔

تن بجان جنبد نمی بینی تو جان — لیک از جنبیدن تن جان بدان

گر تو آن را می نہ بینی در نظر — فہم کن اما ز اظہار اثر

بہرحال ہم مادی علم حاصل کرنے کے بعد ان حواسون سے خداتعالی کا حقیقی ادراک نہین کرسکے ہین لہذا علم روحانی کی ضرورت ہے جسمین ادراک کا طریقہ عام طریقہ سے مختلف ہے اور اُسکے قواعد پر عمل کرنے سے قوت ادراک نہ صرف غائب ہی تک محدود رہتی ہے بلکہ ہر قسم کی اعلیٰ

مقاصد تک کامیابی کا باعث ہوتی ہے اور جو باریتعالی کی عظمت اور بزرگی اور اُسکی قدرت
کاملہ کی علمی طور پر تصدیق کرا دیتی ہے اور جناب باری کے وجود اور اُسکی صفات کے تسلیم کرنے مین
کوئی شبہ باقی نہین رہتا ہے اور جس طور پر موجودات عالم پر استفادہ وجود ہوا ہے وہی سمجھ مین آنے
لگتا ہے اسی وجہ سے صوفی کو ہر مظہر مین ذات باریتعالی کی تجلی نظر آتی ہے اور اُسکے بعد وہ انسان
کامل کے نام سے موسوم ہونے کے قابل ہوجاتا ہے - اور ایسے ہی نفوس قدسیہ کے
متعلق ارشاد ہوا ہے - وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربہا ناظرہ -

حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ العلم علمان فعلم فی القلب و
ذلک العلم النافع وعلم علے اللسان ذلک حجۃ اللہ علی ابن آدم یعنی علوم کی دو قسمین ہین
ایک قلبی علم جو مفید ہے دوسرے زبانی علم جو انسان پر خدائے تعالی کی ایک حجت ہے - دوسری
حدیث مین آنحضرت کا یہ ارشاد ہے کہ علم الباطن سر من سر اللہ وحکم من حکم اللہ تعالے
یقذف فی قلوب من یشاء اللہ عبادہ - یعنی علم باطن خدائیتعالے کے اسرار مین سے
ایک اسرار ہے اور اُسکی حکمتون مین سے ایک حکمت ہے جسکے دل مین چاہتا ہے اپنے بندون مین سے
اُسکے دل مین ڈال دیتا ہے - حدیث اول الذکر مین جیسے علم قلبی ارشاد فرمایا ہے اُسی علم کو اس حدیث مین
علم باطن ارشاد فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ علوم دو قسم کے ہین - کُل علوم ظاہری زبانی علم سے
تعبیر کیے گئے ہین جسکا نتیجہ اس سے زیادہ کچھ بھی نہین ہے کہ حد درجہ یہ علم بنی آدم پر من جانب اللہ

ایک قسم کی حجت ہے۔ باقی رہا علم باطن جو روحانی علم ہے وہی وہ علم ہے جسپر ہر قسم کا انسان کا
فائدہ موقوف ہے اور وہ علم تصوف ہے۔ جب ہم اس عالم مادی پر غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ
کہ اس عالم مین جتنی چیزین پائی جاتی ہین یا تو مادیات ہین جو جسم کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص
ہین یا روحانیات ہین یعنی قوت اور طاقت جو ان اجسام کی نشو ونما کا باعث ہین۔ لہذا ان دونون کا
علم درحقیقت اعلیٰ علم ہے چنانچہ آنحضرت کی اس حدیث شریف کا اسیطرف اشارہ ہے۔ العلم علمان
علم الابدان علم الادیان۔ علم الابدان سے مراد تمام مادی علوم ہین خواہ قدیم ہون خواہ جدید
اسمین فلسفہ اور حکمت کی قدیم اور جدید شاخین سب شامل ہین اور علم الادیان سے مراد۔ مذاہب
اور دینیون کا علم۔ پس اس حدیث شریف کے معنی ہین فزیکل سائنس یعنی علوم طبیعیات اور علوم عقلی
یعنی منطل سائنس اور تھیالوجی (علم الٰہیات یا علم ذہنی و روحانی) شامل ہین اور اس سبب سے
دونون قسم کے علوم حاصل کرنے کی ہمین ضرورت ہے۔ لیکن ہر حیثیت سے علم روحانی مرجح ہے
جس سے انسان کی اخلاقی حالت درست ہوتی ہے اور امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر کی نہایت پابندی کے ساتھ تعمیل کرتا ہے اس تقسیم سے ظاہر ہے کہ
علم مادی۔ علم ظاہری ہے اور علم الٰہیات علم باطنی یا علم روحانی ہے۔ اور اسی کو ہم
علم تصوف بھی کہتے ہین۔ مجھے ایک عرصہ سے خیال تھا کہ مین بوقت فرصت اسکی تحقیق
کرونگا کہ اسلام مین کس زمانہ سے اس علم کی تدوین شروع ہوئی اور لفظ صوفی کا

استعمال کب سے اور کیونکر شروع ہوا۔ لیکن افسوس ہے کہ مین اپنی علمی بے بضاعتی اور محدود
معلومات کی وجہ سے ایسے اہم کام کی انجام دہی کی جرأت نہین کرتا تھا۔ اور اگر میرا
ایک قدم پیچھے ہٹتا تھا تو دوسرا آگے بڑھتا تھا۔ بہر حال میرا ذوق وشوق اور مذاق
طبیعت مجھے مجبور کیے ہوے تھا۔ کہ مین کچھ اسکے متعلق لکھون۔ نظر برآن مین نے مواد
فراہم کرنا شروع کیا اور جہان جس مقام پر کسی کتاب مین اس کے متعلق کوئی مضمون
دیکھتا تھا نوٹ کر لیا کرتا تھا یہان تک کہ اسکی تحقیقات مین مین نے اکثر کتابین دیکھین اور مواد
فراہم کیا اور مین نے اکثر اسکے متعدد شعبون کے متعلق مضامین لکھے اور چند انگریزی مضامین کا
ترجمہ بھی کیا اور ناظرین کی خدمت مین بذریعہ اخبارات پیش کرتا رہا۔ یہ کتاب انھین فراہم شدہ
مضامین کا مجموعہ ہے مین نہین کہہ سکتا کہ مین اپنے اس ارادہ مین کس حد تک کامیاب
ہوا ہون اور اسکو مین ناظرین کی رائے پر چھوڑتا ہون بہر حال مین نے اسلامی
دسترخوان پر اُن حضرات کی ضیافت طبع کے لیے جن کو اس علم سے خاص مذاق ہے
لذیذ اور خوش ذائقہ کھانا چُن دیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ میرے ناظرین اس سے
ضرور لذت روحانی حاصل کرینگے اور حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے اُس مقولہ پر
کاربند ہونگے لا تنظر الی من قال وانظر الی ما قال۔ مجھے اس مضمون کی ترتیب
مین حسب ذیل کتابون سے بہت مدد ملی: منقذ من الضلال حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ

احیاء العلوم حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ ابن اثیر۔ عوارف المعارف سہروردی
قوت القلوب ابوطالب مکی تلبیس ابلیس ابن جوزی۔ رسالہ قشیریہ۔ طبقات الکبریٰ
تمدن اسلام مولفہ جرجی زیدان۔ سوانح عمری مولانا روم علیہ الرحمۃ مولفہ شبلی نعمانی۔
قول جمیل۔ مقدمہ ابن خلدون۔ الکلام مولانا شبلی نعمانی۔ حجۃ اللہ البالغہ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ الفوز الاصغر علامہ ابن مسکویہ۔ ہسٹری آف دی گریک
فلاسفرس۔ لکچر مسٹری گرنیٹ متعلقہ روحانیات۔ تمدن عرب المدینۃ والاسلام فرید وجدی
دین و دانش۔ اثبات واجب الوجود مواقع النجوم ابن عربی۔ مین نے اختصار سے
بہت کام لیا ہے اور حتی الامکان اس کی کوشش کی ہے کہ ہر امر تحقیق اور تنقیح کے
ساتھ لکھا جائے لیکن یہ مضمون اس قسم کا ہے کہ ممکن ہے بعض حضرات میرے
خیالات کی تائید کرین یا اختلاف۔ مین اس کو انھین کی انصاف پسند
طبیعت پر چھوڑتا ہون۔ اس مضمون کا مقصد کسی گروہ کی دل آزاری
نہین ہے بلکہ ایک امر حق کا اظہار مقصود ہے اسپر بھی یہ عرض ہے کہ
لکم دینکم ولی دین۔

اورنگ آباد دکن
۱۰/ اگست ۱۹۱۲ء

محمد احسان الدین علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوف کی ابتدا

مسلمانون کا تو مذہب ہی تصوف پر مبنی ہے اور جب سے اسلام کا ظہور ہوا ہے اُسی زمانہ سے تصوف مسلمانون مین موجود ہے۔ لیکن اسوقت غیر اقوام مین بھی تصوف کا شوق بڑھتا جاتا ہے گو اسلام مین کبھی تصوف کا اخفا نہین ہوا۔ لیکن چونکہ جہلا مین اُسکے مسائل کے سمجھنے کی قابلیت نہین ہے اسلیے وہ عام نہین کیا جا سکا۔ ورنہ اگر وہ نص صریح اور آنحضرت کے احکام کی پابندی کے ساتھ تعمیل کر کے اپنے معلومات وسیع کرتے اور جہالت کی تاریکی سے نکلتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ عام نہ کیا جاتا اور اسی لیے عام طور پر شریعت ہی کی تعلیم رکھی گئی جسکا باطن تصوف ہے اور خاص طور پر تصوف کی تعلیم رکھی گئی جسکا ظاہر شریعت ہے اور غیر اقوام کے لوگ بھی اسکے اصول عملی کو عام نہین کر سکے۔ اسلیے کہ عوام مین نہ اُسکے مسائل سمجھنے کی قابلیت ہے اور نہ وہ اُس محنت شاقہ کے متحمل ہو سکتے ہین جو اُسکے لیے درکار ہے۔ اور چونکہ خود غرضی سے روحانی قوت کا بیجا استعمال باعث حضرت بنی نوع اور مختلف قسم کی خرابیون کا سبب ہے لہذا غیر اقوام کے صوفی زیادہ احتیاط کی ضرورت خیال کرتے ہین اور بجز اخلاقی تعلیم کے روحانی

تعلیم کے عملی اصول کو اُنھون نے راز سربستہ قرار دیدیا ہے۔ اور اسلام سے بھی زیادہ
اُنھون نے اصول عملی کو اخص کر دیا ہے اور غیر اقوام کے صوفیہ مین اسوقت کرنل
الکاٹ صاحب کا بہت بڑا گروہ ہے جسکی تعداد امریکہ مین خاص کر اور دیگر ممالک مین
عام طور پر بہت بڑا گئی ہے اور وقتاً فوقتاً ترقی پذیر ہے۔ اہل اسلام مین اس علم کے
سیکھنے اور اس گروہ مین شامل ہونے کے لیے ایسے قیود کی پابندی ہے کہ طالب علم کا
کثیر وقت آزمایش مین گزر جاتا ہے اور اُسکے بعد وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اس
گروہ مین شامل کر کے اُسکو اس علم کی تعلیم دیجائے افلاطون کا قول ہے کہ جو شخص کسی اہم
مقصد مین کامیابی چاہتا ہے اُسے ضرور ہے کہ اُسکے حاصل کرنے مین جسقدر مشکلات او صعوبتین
پیش آئین اُنکو ہمت کے ساتھ برداشت کرے۔ پس جو حضرات علم تصوف حاصل کر کے
روحانی صحت حاصل کرنا چاہتے ہین اُنکے لیے ضرور ہے کہ جس طرح طبیب امراض
جسمانی کے لیے پرہیز کا حکم دیتا ہے اُسی طرح حضرات صوفیہ کی رائے کے مطابق اُن چیزون سے
پرہیز کیا جائے جس سے روحانی صحت کو مضرت پہونچتی ہے۔ پس جو حضرات اعتراض کرتے ہین کہ
(کلوا واشربوا) کے خلاف اہل صوفیہ اُن اشیاء کے استعمال سے منع کرتے ہین جو خدا اور رسول نے حلال
کی ہین اُنکو اسپر غور کرنا چاہیے کہ جس طرح اطبا قیام صحت جسمانی کے لیے پرہیز کا حکم دیتے ہین اسی
طریق پر حضرات صوفیہ قیام صحت روحانی کے لیے پرہیز کراتے ہین افسوس ہے کہ حضرات صوفیہ پر اعتراض

کیا جاتا ہے اور اطبا پر کوئی معترض نہین ہوتا در حقیقت اطبا جسمانی طبیب ہین اور حضرات صوفیہ روحانی
طبیب ہین لیکن افسوس ہے کہ اند نون بعض مصنوعی اہل صوفیہ نے اپنے حرکات و افعال سے تصوف
ایسے شریف اور پاکیزہ علم کو ایسی کریہ منظر شکل مین زمانہ کے سامنے پیش کیا ہے کہ غیر اقوام اور خود اہل
اسلام اُسپر حملہ آور ہو رہے ہین۔ اور جو منشا علم تصوف کا کسی زمانہ مین تھا وہ اُنکے ان افعال و
حرکات سے مفقود ہوتا جاتا ہے اور سچے اور کھرے حضرات صوفیہ کے امتیاز مین سخت مشکلات پیش
آتی ہین۔ لیکن جس طرح قوت ذائقہ سے کھاری اور میٹھے پانی کی شناخت کیجاتی ہے اُسی طرح
پردہ لوگ جنکو عقل سلیم اور وجدان اور ذوق صحیح عطا کیا گیا ہے سچے اور مصنوعی صوفی مین شناخت کر لیتے ہین

لفظ صوفی کی تحقیق علامہ ابوریحان بیرونی نے کتاب الہند مین لفظ صوفی کے متعلق
یہ لکھا ہے کہ تصوف کا لفظ در اصل حرف (س) سے تھا اور اُسکا مادہ (سوف) ہے
جسکے معنی بزبان یونانی حکمت کے ہین لیکن دوسری صدی ہجری مین جبکہ یونانی زبان کا
ترجمہ عربی مین ہوا تو لوگون نے اس فرقہ کو (سوفی) کہنا شروع کیا اور حرف (س) کو
(ص) سے بدل کر صوفی کر دیا۔ کشف الظنون کی عبارت بھی اسی کے قریب قریب
ہے۔ چنانچہ تصوف کے متعلق لکھا ہے کہ اعلم ان الاشراقیین من الحکماء الطبعی کالصوفیین
فی المشرب والاصطلاح والا یبعد ان ہذا الاصطلاح من اصطلاحھم۔ یعنی حکماء
اشراقیین مشرب اور اصطلاح مین صوفیہ کے مشابہ تھے اگر یہ اصطلاح اُنسے ماخوذ ہو تو

کچھ عجب نہین اسیوجہ سے حکماء کے دو فرقے قرار دیے گئے ہین مشائین اور اشراقین مشائین کے
پیرو کو متکلمین کہتے ہین اور اشراقین کے پیرو کو بلحاظ مناسبت حالات صوفی کہتے ہین مشائین
وہ حضرات ہین جو موجودات عالم یعنی اشیاء ممکن الوجود کی معرفت عقلی دلائل سے دریافت کرتے
ہین اور اشراقین وہ حضرات ہین جو عرفان اور اشراق کے ذریعہ سے اشیاء کی معرفت دریافت
کرتے ہین اور روحانی لذتون سے ہمیشہ سرشار رہتے ہین متکلمین متقدمین ہین ارسطاطالیس اور متاخرین
ہین ابو نصر فارابی - بوعلی سینا - امام فخر الدین رازی - اور نصیر الدین طوسی - اور صوفی متقدمین
ہین فیثا غورث - سموسی - افلاطون - اور متاخرین ہین شیخ شہاب الدین سہروردی مولانا
جلال الدین رومی - حضرت جنید بغدادی حضرت شبلی - اور بایزید بسطامی وغیرہ وغیرہ ہین -
اسکے علاوہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون مین صحابی تابعی - تبع تابعین امتیاز اہل
حق کے لیے کافی لقب موجود تھے چنانچہ آنحضرت نے بھی اسکے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے
خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم - ثم الذین یلونہم - اسکے بعد خواص اپنے کو زہاد اور عباد کہنے
لگے دوسری صدی مین جب اہل سنت اور دیگر مبتدع فرقون کے عباد اور زہاد مین امتیاز
اوٹھتا جاتا تھا تو صاحب مجاہدہ اور ریاضیت نے یہ حال دیکھ کر اپنے کو صوفی کے
لقب سے نامزد کر لیا اور دوسری صدی کے اندر اس لقب کی شہرت ہو گئی - ابن خلدون نے لکھا ہے کہ
طریقہ تصوف سلاف امت اور صحابہ اور تابعین مین موجود تھا کیونکہ تصوف کا اصول عبادت اور انقطاع

الی اللہ اور مزخرفات دنیا سے الگ تھلگ رہنا اور یہ امور بالکل وجوہ صحابۂ کرام مین موجود تھے لیکن دوسری صدی مین جب مسلمان دنیا کی طرف جھکے اور دین و دنیا مل جل گئے تو جن لوگون نے خلوت اور عبادت کی طرف توجہ کی وہ صوفی کہلانے لگے بعدازان ابن خلدون نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ صوفی صوف سے مشتق ہے کیونکہ یہ فرقہ عام لوگون کے برخلاف اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہننے کی جگہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنا کرتا تھا۔

اور اسکی تصدیق ابن جوزی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جاہلیت عرب مین صوفیہ نام ایک گروہ کا تھا۔ اور وہ تارک الدنیا ہوکر عبادت اور ریاضت مین مشغول رہا کرتے تھے اور خانۂ کعبہ کے پاس بیٹھے رہا کرتے تھے۔ یہ صوفیہ لوگ خاندان غوث بن مرین مین سے تھے جو تمیم بن مرہ کا ایک قبیلہ تھا اور بعدازان بعد بعثت آنحضرت جو حضرات اُنکے ہم مذاق پیدا ہوے وہ بھی صوفی کے لقب سے موسوم ہونے لگے۔ ابن جوزی کی اس روایت مین کسی قسم کا شبہ نہین پایا جاتا اسلیے کہ خود آنحضرت سالہا سال تک ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول رہا کیے اور جب اسلام مین اسکا زیادہ رواج ہوگیا اور بہت سے حضرات دائمی طور پر تارک الدنیا ہوگئے تو یہ آیۃ شریف نازل ہوئی رھبانیۃ ابتدعوھا کتبناھا علیھم یعنی جوگی پنے کو عیسائیون نے ایجاد کیا اور ہم نے انپر نہین لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اور اشغال اور ریاضت اور مجاہدہ آنحضرت کی بعثت سے قبل ہی عرب مین موجود تھا اور ایک خاص گروہ

اس قسم کے مذاق کا آنحضرت کے زمانہ مین پیدا ہوگیا تھا در حقیقت ہر امر مین اعتدال
ایک عمدہ چیز ہے اور زیادتی نہایت درجہ خراب ہے اسی لیے خداوند کریم نے رہبانیت
کو (جس سے مراد تجرد کو اختیار کرنا اور دائمی طور پر تارک الدنیا ہوجانا اور نعماء الٰہی کو
ترک کردینا) جو حد سے متجاوز ہوگئی تھی ممانعت فرمادی۔

اس مقام پر مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ جب
جنگ یرموک مین اہل اسلام کے مقابلہ مین ہرقل نے ایک فوج کثیر روانہ کی اور یہ چاہا
کہ اسلام کو بیخ و بن سے اوکھاڑ کر پھینکدے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بھی
ایک کثیر فوج تیار کی اور مقابلہ کے لیے روانہ کی اور وقتاً فوقتاً فوج بھیجنے کا انتظام فرماتے
رہے کہ اس اثنا مین آپ مسجد نبوی مین تشریف لائے ایک عرب کو دیکھا کہ مراقبہ کیے
ہوے بیٹھا ہوا ہے آپ نے ایک لکڑی مار کر اُٹھایا اور فرمایا کہ غیر اقوام نے مسلمانون پر
یورش کی ہے اور قریب ہے کہ اسلام کا خاتمہ ہوجاوے اور تو محض اپنے نفس کے
لیے مراقبہ مین بیٹھا ہوا ہے یہ وقت مراقبہ کا نہین ہے پس آپنے اسکو ایک نشان
مرحمت فرمایا اور مسلمانون کے ساتھ افواج ہرقل کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ واللہ اعلم
مذکورہ بالا تحقیقات سے دریافت ہوگا کہ در اصل لفظ صوفی دوسری صدی ہجری مین مسلمانون
مین آیا اور اس سے قبل جو لوگ ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول رہا کرتے تھے اُنکو زہاد اور عباد کہتے تھے۔

دوسری صدی ہجری مین جبکہ خشوع وخضوع اہل اسلام کے دلون سے زائل ہونے لگا تو ضروریات
زمانہ نے اہل اسلام کو تدوین علوم باطنی پر مائل کیا۔ پہلا شخص جو دوسری صدی مین صوفی کے نام سے
نام زد کیا گیا وہ ابو ہاشم صوفی ہے جسنے سنہ ۱۵۰ھ مین وفات پائی یہی وہ زمانہ ہے کہ کتب اہل
کی تالیف اور تصنیف شروع ہوئی اور مقامات ذکر و فکر۔ ذوق و شوق۔ صبر و رضا۔ قبض و بسط
فقر و توکل۔ شکر و محبت۔ خوف و رجا کی توضیح ہونے لگی اور جدید اصطلاحین ایجاد ہوئین خود حضرات
صوفیہ کے گروہ مین باعتبار مذاق اور طریقہ مختلف گروہ پیدا ہوگئے جنکو اہل اللہ و درویش اور
فقرا کے نام سے موسوم کرتے ہین درحقیقت صوفیہ کے دو گروہ ہین بعض اُنمین پابند صوم و صلوٰۃ
ہین اور شرع پر عامل ہین اُنکو سالکین کہتے ہین جنکے معنی راہ چلنے والے کے ہین اور رہبان روحانیات
کی راہ قطع کرنے سے مراد ہے اور بعض برخلاف اسکے شرع کی پابندی نہین کرتے ہین اُنکو
فارسی مین آزاد اور عربی مین احرار یا مجاذیب کہتے ہین پھر ان دو گروہ مین بھی بہت سے
گروہ ہوگئے اور ہر ایک کا طریقہ دوسرے کے طریقہ سے مغائر ہے سالکین کے بھی دو
اقسام ہین ایک وہ جو اقطاب اور اوتاد کی شان سے ایک ہی جگہ اقامت گزین ہوتے ہین
اور دوسرے وہ جو ہمیشہ سفر اور سیاحی مین زندگی بسر کرتے ہین اور انھین حضرات آخر الذکر نے
اپنی وعظ اور نصائح سے مختلف مقامات مین پہونچ کر لوگون کو مشرف باسلام کیا۔

سالکین کے طریقون کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتا ہے۔ ابن خلدون نے

اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ صوفیہ مین ابدال کا خیال بھی فرقہ اسمٰعیلیہ سے پہونچا ہے اور نقبا کی
مقابلہ مین تراشا گیا ہے اور اسی فرقہ کے اتباع مین سلوک اور تصوف کا آغاز حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے مانا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال مین طریقہ سلوک و تصوف حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے مخصوص نہ تھا آنحضرتؐ کے بعد صحابہ کرام اور تمام دیگر صحابہ بمقتدائے
دین صاحب مجاہدہ اور ریاضت تھے اور انسے اکثر کرامات سرزد ہوئے۔
ابن خلدون کی یہ رائے قرین صواب اور قابل قبول معلوم ہوتی ہے +

تفصیل خانوادہ حضرات صوفیہ

سب سے اوّل طریقہ جو تعلیم صوفی کا جاری ہوا وہ علوانیہ ہے جو حضرت
شیخ علوان کے نام سے مشہور رہے اور اسکا بنیادی پتھر شہر جدہ مین
سنہ ۴۹ھ مین رکھا گیا اور اسکے بعد طریقہ ادہمیہ شہر دمشق مین سنہ ۱۶۱ھ مین ظاہر ہوا
یہ طریقہ حضرت ابراہیم ادہم کی جانب منسوب کیا جاتا ہے آخر مین طریقہ جمالیہ
سنہ ۱۱۶۴ھ مین ظاہر ہوا جو حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کیا جاتا
ہے بہر حال کل ۳۲ طریقہ زیادہ مشہور ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	نام طریقہ	نام بانی	نام مولد	سنہ ظہور
۱	علوانیہ	حضرت شیخ علوان رحمۃ اللہ علیہ	جدہ	سنہ ۴۹ھ
۲	ادہمیہ	حضرت شیخ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ	دمشق	سنہ ۱۶۱ھ

۳	بسطامیہ	حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	جبل بسطام	سنہ ۲۶۱ھ
۴	سقاطیہ	حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد	سنہ ۲۹۵ھ
۵	قادریہ	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد	سنہ ۵۶۱ھ
۶	رفاعیہ	حضرت شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد	سنہ ۵۷۶ھ
۷	سُہروردیہ	حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد	سنہ ۶۰۲ھ
۸	کبرادیہ	حضرت نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ	خارزم	سنہ ۶۱۷ھ
۹	شاذلیہ	حضرت ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ	مکہ مکرمہ	سنہ ۶۵۶ھ
۱۰	مولویہ	حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ	قونیہ	سنہ ۶۷۲ھ
۱۱	بدویہ	حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ	طنطا	سنہ ۶۷۵ھ
۱۲	نقشبندیہ	حضرت بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	قسفر صارزمان	سنہ ۷۱۹ھ
۱۳	سعدیہ	حضرت سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ	دمشق	سنہ ۵۳۵ھ

۱۴	بکتاشیہ	حضرت حاجی بکتاش رحمۃ اللہ علیہ	کبیر شہ	سنہ ۷۵۶ھ
۱۵	خلوتیہ	حضرت عمر خلوتی رحمۃ اللہ علیہ	قیصریہ	سنہ ۸۰۰ھ
۱۶	زینیہ	حضرت زین الدین رحمۃ اللہ علیہ	کوفہ	سنہ ۸۳۸ھ
۱۷	بابیہ	حضرت عبد الغنی بابی رحمۃ اللہ علیہ	ادرنہ	سنہ ۸۷۰ھ
۱۸	بہرامیہ	حضرت حاجی بہرام رحمۃ اللہ علیہ	انگورہ	سنہ ۸۷۶ھ
۱۹	اشرافیہ	حضرت اشرف رومی رحمۃ اللہ علیہ	شین ازنگ	سنہ ۸۹۹ھ
۲۰	بکریہ	حضرت ابوبکر زمی رحمۃ اللہ علیہ	حلب	سنہ ۹۰۲ھ
۲۱	سنبلیہ	حضرت سنبل یوسف بلوی رحمۃ اللہ علیہ	قسطنطنیہ	سنہ ۹۲۶ھ
۲۲	جلسانیہ	حضرت ابراہیم جلسانی رحمۃ اللہ علیہ	قاہرہ	سنہ ۹۴۰ھ
۲۳	اعتباشیہ	حضرت شمس الدین علیہ الرحمۃ	معتیا	سنہ ۹۸۱ھ
۲۴	اُم سنانیہ	حضرت اُم سنان رحمۃ اللہ علیہ	قسطنطنیہ	سنہ ۹۵۹ھ

۲۵	جلوتیہ	حضرت پیر احمد رحمۃ اللہ علیہ	بو اصہ	سنہ ۹۸۸ھ
۲۶	اشتاکیہ	حضرت حسن الدین رحمۃ اللہ علیہ	قسطنطنیہ	سنہ ۱۰۰۱ھ
۲۷	شمسیہ	حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	مدینہ منورہ	سنہ ۱۰۱۱ھ
۲۸	سنان امیہ	حضرت عالم سنانی امی رحمۃ اللہ علیہ	دہلی	سنہ ۱۰۷۹ھ
۲۹	نیازیہ	حضرت محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ	بھوس	سنہ ۱۱۰۰ھ
۳۰	مرادیہ	حضرت مراد سنانی رحمۃ اللہ علیہ	قسطنطنیہ	سنہ ۱۱۳۲ھ
۳۱	نور الدینیہ	حضرت نور الدین رحمۃ اللہ علیہ	قسطنطنیہ	سنہ ۱۱۴۶ھ
۳۲	جمالیہ	حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	قسطنطنیہ	سنہ ۱۱۶۴ھ

مذکورہ بالا طریقون مین ہندوستان مین صرف نقشبندیہ سہروردیہ - قادریہ اور چشتیہ طریقہ رائج ہین اور طریقۂ
چشتیہ حضرت ابو محمد ابدال چشتی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جسکے گل سر سبد حضرت
خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہین آنہین حضرت کی کوشش سے ہندوستان مین دین
اسلام کی بہت بڑی اشاعت ہوئی اور اسلام کو بہت بڑی مدد ملی جرجی زیدان نے تمدن اسلام مین

لکھا ہے کہ یہ ایک دینی منصب ہے جو شخص اس منصب پر ممتاز ہوتا ہے وہ تمام طریقون مین ماہر اور کامل ہوتا ہے اور اُنمین ایک شیخ ہوتا ہی اور چھوٹی بستیون مین اُنکے خلفا ہوتے ہین جنکے بہت سے مرید ہوتے ہین شیخ خلفا کے معاملات کے متعلق انتظام رکھتے ہین اور خلفا تمام مریدون کا انتظام رکھتے ہین اور اُنکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہدایت کرتے ہین اور مراقبہ اور ذکر و اشغال کی تعلیم کرتے ہین اُنمین ایک شیخ المشائخ ہوتا ہی جو سب پر والی ہوتا ہے چنانچہ جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے سعد السعداء کی خانقاہ قائم کی اور اُسکا دیرۃ الصوفیہ نام رکھا تو وہان کے شیخ کو دوسرے شیخ پر ترجیح دی سلطان صلاح الدین بجز سلطنت کے بڑے بڑے ارکین کے اور کسی کو اس منصب پر مامور نہین کرتا تھا اور یہ حالت اُسوقت تک قائم رہی کہ جب ۹۰۰ھ کے اندر ملک مصر مین صوفیہ کرام کی واحد ریاست قائم ہوگئی اور اُسکی ولایت حضرت شمس الدین بکری کے حوالہ ہوئی جو علم دنیوی اور علم دین مین ماہر اور کامل تھے اور اُنکے بعد اُنکے صاحبزادے ابو السرور البکری جانشین ہوے اور یہ منصب بالآخر اُنہین کے گھرانہ مین منتقل ہوتا رہا اور آج تک یہ منصب بکری صدیقی کے گھرانے مین جو ملک مصر کا بہت بڑا خاندان ہے قائم ہے

تقویٰ کی تعریف اور اُسکی فلاسفی

خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے واتقوا اللہ یعلمکم اللہ یعنی تقویٰ اختیار کرو تعلیم کریگا تم کو اللہ تعالیٰ۔ تقویٰ کے تین درجے ہین۔ تقویٰ عوام۔ تقویٰ خواص۔ تقویٰ اخص خواص۔ تقویٰ عوام یہ ہے کہ جتنے ظاہری معاصی ہین اُنسے پرہیز کیا جائے یعنی شراب۔ سرقہ۔ قمار بازی۔ زنا۔ دروغ گوئی وغیرہ وغیرہ اور تقویٰ خواص یہ ہے کہ جتنے معاصی باطنی ہین

اُنسے پرہیز کیا جائے یعنی کبر۔نخوت۔حرص۔طمع۔حب جاہ۔حب مال۔درحقیقت یہ سب
حجابات باطنی ہین اُسکے بعد آخری درجہ تقویٰ خص خواص کا ہی اورجبتک پہلا دوسرا درجہ
طے نہ کیا جائے تقویٰ خص خواص کے درجہ تک انسان نہین پہونچ سکتا اورجب یہ مدارج
طے ہوجائین تو انسان کو اس امر کی کوشش کرنا چاہیے کہ اپنے قلب کو ماسوا اللہ سے صاف
کرے کیونکہ جسقدر ماسوا اللہ سے دل خالی ہوتا ہے اُسیقدر انوار الٰہی اُسمین متجلی ہوتے
ہین اور جسقدر کائنات سے جدا ہوتا جاتا ہے اُسی قدر مُکوّن کائنات سے قرب ہوتا جاتا ہے
اور یہ قرب ایک خاص قسم کا قرب ہے جسکی نسبت مولانا روم فرماتے ہین۔

اتصال بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

پس ان مدارج تقویٰ کے طے کرنے کے بعد انسان کو معیت باری تعالیٰ حاصل ہوجاتی ہی
اُسوقت اللہ تعالیٰ اُسکو تعلیم کرتا ہے اور یعلمکم اللہ کے یہی معنی ہین انہی تین مدارج کو ہم
شریعت۔طریقت حقیقت سے بھی تشبیہ دے سکتے ہین اُسکی صراحت مولانا روم نے دفتر پنجم مین
یہ فرمائی ہے۔شریعت ہمچو شمعی نیست کہ راہ نماید چون در راہ آمدی این رفتن تو طریقت است چون بمقصود
رسی آن حقیقت است۔مثلاً ایک شخص نے علم طب پڑھا یہ شریعت ہے دوا استعمال کی یہ طریقت ہے مرض سے
افاقہ ہوگیا یہ حقیقت ہے اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ شریعت علم ہے طریقت عمل ہے اور حقیقت عمل کا اثر ہے
درحقیقت شریعت جسے کہتے ہین اسمین چار چیزین پائی جاتی ہین۔اقرار باللسان عمل بالارکان

تصدیق بالقلب و تزکیہ اخلاق پر اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے اول تصدیق بالقلب کی ضرورت
ہے اور تصدیق بالقلب سچے اعتقاد کے بغیر حاصل نہین ہو سکتی اور اعتقاد تین طریقون سے
پیدا ہوتا ہے۔ تقلید سے۔ استدلال سے۔ اور کشف و حال سے جو اعتقاد استدلال اور تقلید سے پیدا ہوتا ہے
وہ درحقیقت شرعی اعتقاد ہے۔ اور تیسرے قسم کا اعتقاد جو بذریعہ کشف و حال پیدا ہوتا ہے
وہ اعتقاد طریقت ہے اور اُسمین مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے اسی وجہ سے بلا ان امور کے
انجام دیے ہمکو راہ راست ملنا مشکل ہے۔ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ والذین جاھدو
فینا لنھدینھم یعنی جو لوگ ہمارے لیے ریاضت اور مجاہدہ کرتے ہین (یعنی جو ہماری
عبادت سچے دل سے کرتے ہین) اُنکو ہم سیدھی راہ دکھاتے ہین تصوف مین علم اور عمل کی
نہایت ضرورت ہے اسکی صراحت اسطرح کی گئی ہے کہ علم سے مراد علم روحانی ہے اور عمل سے مراد
اخلاق ہے جس طرح علم ظاہری کے لیے حواس ظاہری کی ضرورت ہے اُسی طرح علم تصوف مین
ادراک کا ایک اور ذریعہ ہے۔ اور حضرات صوفیہ فرماتے ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت سے ایسے امور
منکشف ہوتے ہین جو حواس ظاہری سے دریافت نہین ہو سکتے درحقیقت یہ علم باطنی ہے جسکو
علم لدنی یا علم روحانی کہتے ہین انبیا مین یہ علم فطری ہوتا ہے اور اولیا کو یہ علم مجاہدہ و ریاضت کے بعد حاصل
ہوتا ہے۔ ایمان کامل کے لیے اس علم کی نہایت ضرورت ہے اور ہمارے حضرات صوفیہ نے اس علم مین ایسے نکات اور دقائق باریک
پیدا کیے ہین کہ اگر ذرہ برابر خیالات مین لغزش آجائے تو کفر اور الحاد تک پہونچ جاتا ہے اگرچہ عوام الناس کا اعتقاد ہے کہ خدا ہر جگہ

موجود ہے اور عالم اور ما فی العالم کی سب چیزین اُسکے قبضۂ قدرت مین ہین لیکن چونکہ اونکا اعتقاد استدلالی اور تقلیدی ہوتا ہے اسلیے اُن کے افعال اور حرکات پر اُسکا اثر نہین پڑتا باوصف اسکے کہ ہم جانتے ہین کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور ہمارے افعال اور حرکات کو دیکھتا ہے اور ہر شئے کی موت اور حیات اوسکے قبضۂ قدرت مین ہے اور یہ بھی جانتے ہین کہ اُسنے بُرے افعال سے منع کیا ہے اور اچھے افعال کرنے کا حکم دیا ہے لیکن افعال ناجائز کے ارتکاب سے ہم ہرگز پرہیز نہین کرتے اخلاقی خرابیان ہم مین پھیلی ہوئی ہین چوری زنا۔ ڈاکہ زنی۔ دروغ گوئی وغیرہ مین ہم مشاق ہین صبح سے شام تک بُرے افعال مین منہمک رہتے ہین اور باین ہمہ عبادت بھی کرتے ہین۔ یہ کیون اس لیے کہ ہمارا اعتقاد استدلالی اور تقلیدی ہے جو اس قابل نہین ہے کہ ہمکو بُرے افعال سے روک سکے اور اچھے افعال کی ترغیب دے لیکن جو اعتقاد بذریعہ ریاضت اور مجاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ درحقیقت سچا اعتقاد ہے لیکن اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آنحضرت کے زمانہ مین جسقدر مسلمان موجود تھے وہ سب پابند ریاضت و مجاہدہ تھے اس لیے اُنکا اعتقاد سچا اعتقاد تھا اور آنحضرت کے محض ایک اشارہ پر قومی کام اور اسلام کے لیے اپنی جان و مال قربان کرنے کو تیار ہو جاتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ اُس زمانہ مین جو سچا اور اصلی اعتقاد عام لوگون مین پیدا ہو گیا تھا وہ آنحضرت کے صرف صحبت فیض اثر اور تعلیم کا نتیجہ تھا اور اُن علمی قواعد کے ساتھ مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہی نہین پڑتی تھی جیسا کہ اندنون حضرات صوفیہ مین دستور ہے بہرحال صوفی اور زاہد اور سچے مسلمان کو ہر مظہر مین خدا ہی خدا نظر آتا ہے اور ہر ذرہ مین

اُسکی لاانتہاہی قوت اور قدرت دکھائی دیتی ہے اس لیے یہ ناممکن ہے کہ ایک غلام اپنے مالک کے سامنے باوصف اُسکی ممانعت کے ممنوعہ افعال کرے۔

توحید حضرات صوفیہ کے نزدیک توحید کے معنی یہ ہین۔ خدا کے سوا عالم مین کسی شے کا وجود حقیقی نہین ہے درحقیقت یہ مسئلہ تصوف کی جان ہے۔ حضرات صوفیہ کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ عالم بحیثیت ظہور حادث ہے اور بروے حقیقت قدیم ہے۔ عالم موجودات وجود مطلق سے جدا نہین ہے اور اُسی کے مظاہر کا مجموعہ عالم ہے۔ علماء ظاہر عالم اور اُسکے خالق کو جدا جدا مانتے ہین اور ایک کو علت دوسرے کو معلول خیال کرتے ہین۔ لیکن صوفیہ کرام نے اس نتیجہ تحقیقات سے کہ ذات باری تعالی کے مظاہر کا نام عالم ہے بہت سی مشکلات کو رفع کردیا ہے اور اُنکا نتیجہ تحقیقات اشراقین کے نتیجہ آگہیات سے بہتر اور مرجح اور اطمینان بخش ہے توحید مین صوفیہ کے بڑے دو فرقے ہین۔ ایک وجودی دوسرے شہودی۔ فرقۂ وجودیہ وہ ہے جو ایک وجود کے سوا کسی وجود کو تسلیم نہین کرتا اور شہودیہ فرقہ اسکا پابند نہین ہے۔ وجودیہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ہستی حقیقی ظاہر عالم ہے اور باطن حق ہے۔ ظاہر باطن کا پرتو ہے جو بصورت ممکنات نظر آتا ہے۔ ہر اسم صفت و فعل جو عالم ظاہر مین ہے اُسکی اصل باطن مین موجود ہے اور حقیقت کثرت وحدت محض ہے۔ جیسا کہ امواج کی حقیقت مین دریا ہے۔ قطرہ بگریست کہ جدائیم ہمہ۔ بحر بخندید کہ مائیم ہمہ۔ اور شہودی فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودات کا وجود حق نہین ہوا ہے اور موجودات کا

وجود اور ہے اور حق کا وجود اور ہے۔ موجودات عالم مظاہر حق ہین لیکن اُنکی ذوات ذات
حق سے جدا ہین جیسا کہ ظل غیر مظل اور عکس غیر شخص ہے۔ وجود کو ذات باری کی ایک صفت خیال
کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ (وجود) حق اور خلق سب مین ساری ہے جیسا کہ ضیا۔ جو شمس اور قمر مین ساری ہے
حالانکہ شمس اور قمر کی ذوات مختلف ہین یہ فرقہ عدم کو بھی بمقابلہ وجود ایک شئے سمجھتا ہے اسکا
خیال ہے کہ آئینہ ہاے عدم مین اسماء و صفات حق کا عکس منطبع ہوا ہے اُسکا مجموعہ عالم ہے۔
حکماء یورپ کے نزدیک عالم مین تین چیزین پائی جاتی ہین (مادہ) روح (قوت) اور عقل جسطرح
انسان مین عقل کے ہونے سے اُسکے افعال اور حرکات مرتب اور مہذب اور منضبط پائے جاتے ہین
اُسی طرح عالم مین ایک عقل ہے اور اسوجہ سے اُسکے انتظام مین ترکیب اور نظام پایا جاتا ہے
آفتاب وقت پر نکلتا ہے اور وقت پر غروب ہوتا ہے۔ موسم سرما موسم گرما اور موسم
بارش اپنے اپنے اوقات مقررہ پر شروع اور ختم ہو جاتے ہین۔ پس جس طرح انسان
اگرچہ اُسکے اعضا متعدد ہین ایک شخص واحد خیال کیا جاتا ہے اُسی طرح
باوصف ظاہری تعدد اور تجزیہ کے عالم ایک شئے واحد ہے جس طرح انسان مین
ایک عقل ہے اُسی طرح عالم مین ایک عقل ہے جس کو عقل کل کہتے ہین حضرات
صوفیہ بھی انسان کو عالم صغیر اور دنیا کو عالم کبیر کہتے ہین مولانا روم فرماتے
ہین کہ تصوف تصحیح خیال کا نام ہے۔ یہان خیال سے مراد رائے نہیے ہر امر کے

واقفیت یا عدم واقفیت یا مفید یا مضر یا ضروری یا غیر ضروری ہونے اور کل پر بالمقابلہ غور کرنے
کے بعد جو رائے قائم ہو وہ اُس سے متعلق ایک صحیح خیال ہوگا۔ یہانتک تو علمی تصحیح ہوئی اُسکے بعد یقینی
امر پر جب عمل کیا گیا تو عملی تصحیح ہو گئی اور علمی اور عملی تصحیح کے بعد وہ خیال صحیح ہوگیا۔ پس اس طور پر
جب توکل سے متعلق تصحیح ہو تو یہ حالت طاری ہو جاتی ہے کہ انسان قطعاً عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور
رفتہ رفتہ اُسکی قوت ارادی سلب ہو جاتی ہے اور وہ بالکل اپنے آپ کو رضائے الٰہی پر چھوڑ دیتا ہے۔

توکل حضرات صوفیہ کی اصطلاح مین توکل کے معنی یہ ہین کہ توحید کے اعتقاد سے جو کشف کے
ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے انسان کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہے اُسکی
علت ذات باریتعالیٰ ہے اور بیچ کے اسباب اور وسائط کا وجود کالعدم ہے اور وسائط و
اسباب بوجہ انکشاف حقیقت اُسکی نظرون سے دور ہو جاتے ہین تو اُس حالت مین جو کچھ وہ کہتا ہے
خدا سے کہتا ہے اور جو کچھ مانگتا ہے خدا سے مانگتا ہے اور جو کچھ وہ پاتا ہے خدا سے پاتا ہے۔ قبل از
انکشاف حقیقت زید کا عطیہ بکر کی مہربانی اور خالد کی ایذا رسانی معلوم ہوتی ہے مگر
انکشاف حقیقت کے بعد سوا وجود حقیقی کے کسی کا کوئی فعل نہین معلوم ہوتا۔

حضرت امام غزالی کا قول حضرت امام غزالی ایک عرصہ تک اس علم سے انکار
کرتے رہے لیکن جب وہ اس علم سے واقف ہوئے تب اُنپر حالات منکشف
ہوئے۔ امام صاحب فرماتے ہین کہ جب مختلف علوم سے مین فراغت پا چکا

تو حضرات صوفیہ کے علوم کی طرف بھی متوجہ ہوا تب مجھے معلوم ہوا کہ اُنکا طریقہ علم اور عمل
دونون پر موقوف ہے مین نے قوت القلوب ابو طالب مکّی اور دیگر کتابین حضرت حارث محاسبی
اور حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی اور حضرت بایزید بسطامی کی مطالعہ کین جس سے مجھے
اس علم کا کنہ اور مقاصد دریافت ہوے۔ تجربہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ حضرات صوفیہ صاحب
حال ہین نہ صاحب قال اسلیے مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُنکے علوم پڑھنے سے اصلی مقاصد دریافت
نہین ہو سکتے ہین تا وقتیکہ عمل اُنپر نہ کیا جائے چنانچہ مین دمشق کی جامع مسجد مین ایک عرصہ تک تزکیہ
نفس اور تہذیب اخلاق اور ذکر الٰہی مین مشغول رہا اور ان خلوتون اور عزلتون مین مجھپر بہت سے
علوم منکشف ہوے جس سے مجھے دلی یقین ہو گیا کہ اللہ کی راہ پر چلنے والے صوفیہ کرام علیہ الرحمۃ ہین
اور انھین کا رستہ سیدھی راہ ہے اور انھین کے اخلاق عمدہ اخلاق ہین۔ اسکی پہلی شرط ماسوا اللہ سے
دل کا پاک کرنا اور آخری شرط فنا فی اللہ ہے پس جس نے علم تصوف کا مزا نہین چکھا اُسنے حقیقت
نبوت سے بجز نام کے کچھ نہین جانا اور جو لوگ حضرات صوفیہ سے صحبت رکھینگے وہ اُنسے نور ایمان
حاصل کرینگے اور یہ ایسا فرقہ ہے جسکا ہم صحبت کبھی محروم نہین رہتا۔ آنحضرت کو یہ حالت اُنھین
دنون مین حاصل ہوئی تھی۔ جب آپ غار حرا مین ریاضت مین مشغول رہتے تھے۔ حضرت
امام غزالی۔ شیخ بو علی فارمدی کے مرید تھے۔ اور علم تصوف اور سلوک آپنے انھین سے حاصل کیا
جیسا کہ نفحات اور رسالہ قدسیہ سے ظاہر ہوتا ہے بعض ایسے اعلی اور زبردست متکلم و صوفی کا

قوال کیون مستند نہ سمجھا جائے۔

بیعت آنحضرت ؐ نے علاوہ بیعت اسلام وغیرہ کے سلوک کی بھی بیعت لی ہے اور بوجہ اشتباہ بیعت خلافت سلف نے صحبت پر اکتفا کیا اور اُسکے بعد خرقہ کی رسم جاری ہوئی بیعت کو بعض حضرات صوفیہ فرض سمجھتے ہین اور بعض مستحب اور دلیل مین یہ آیات ہین۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ واتبع سبیل من اناب الیّ لیکن حضرات صوفیہ نے علوم باطنی حاصل کرنے کے لیے جو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے بیعت یعنی معاہدہ ترک معاصی اور استقامت بر تقویٰ ضروری خیال فرمایا ہے آنحضرت ؐ نے تین اقسام کی بیعت حسب نص صریح لی ہین بیعت برائے اسلام۔ بیعت برائے جہاد۔ بیعت برائے ترک معاصی اور استقامت بر تقویٰ اور یہی طریقہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین تک رہا آیت کریمہ (۱) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہٖ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیما۔ (۲) لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزاً حکیما (۳) یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف الخ۔ یہ امر قابل غور ہے کہ پہلی آیت مین غیر مذہب والون کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسری اور تیسری آیت مین

مومنین اور مومنات کی طرف اشارہ ہے۔

اشاعت اسلام اور بیعت کی فلاسفی

اسلام کی اشاعت مین بہت بڑا حصہ حضرات صوفیہ کی کوشش کا بھی شامل ہے اس لیے کہ یہ حضرات اپنی قلبی تاثیرات اور پاکیزہ اخلاق سے غیر اقوام کو اسقدر گرویدہ کرلیا کرتے تھے کہ بالآخر انکو مسلمان ہوجانا پڑتا تھا اور یہی پاکیزہ اخلاق اور قلبی اثرات تھے جو نہا سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہوتے تھے اور وہ ذکر اور اشغال اور پاکیزہ اخلاق سے نہ صرف اپنی ہی ذات کو فائدہ پہونچاتے تھے بلکہ انمین روحانی قوت ایسی قوی ہوجاتی تھی کہ جو اشاعت اسلام کی موید ہوتی تھی جب ان حضرات نے دیکھا کہ اسلام کے احکام کی تعمیل اہل اسلام بالکل نہین کرتے اور سخت گمراہی مین مبتلا ہین تو انھون نے اس نص صریح کی پابندی کے ساتھ تعمیل کی (ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر یعنی تم مین ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو لوگون کو نیک کام کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کامون سے منع کرے) اور ان حضرات نے ممالک مین دورہ کرنا شروع کیا اور بیعت لینا شروع کی جو درحقیقت پیر یا امام کے ذریعہ سے خدا سے ایک معاہدہ ہوتا ہے اور وہ انپر شاہد ہوتا ہے کہ مرید آئندہ سے خلاف احکام شرع کوئی فعل نہ کریگا اور مرید اپنی بری افعال سے توبہ کرے بیعت کے ذریعہ سے آئندہ کے لیے نیک اعمال کا معاہدہ کرتا ہے لیکن اس مقام پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ انسان کو توبہ کرنے کے لئے پیر یا امام یا شاہد کی کیا ضرورت ہے بلکہ یہ خود بھی

افعال سے بچنے کے لیے توبہ کرکے خدا سے عہد کر سکتا ہے۔ اور چونکہ خداوند کریم کا علم وسیع ہے اور وہ
اپنے بندون کے نیک و بد اعمال سے واقف ہے پس اُسکے پاس کسی شاہد کی بھی ضرورت نہین ہے اگر یہ
اعتراض کم علم حضرات کی جانب سے کیا جائے تو بلحاظ اُنکی وسعت معلومات کے تعجب نہوگا لیکن اگر
ایسے حضرات اعتراض کرین جنکی معلومات محدود ہین تو اُسکا صریح جواب یہ ہے کہ واقعی خداوند کریم
ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور اُسکے بندون کے نیک و بد اعمال اُس سے پوشیدہ نہین ہین لیکن کیا قانون کے
رو سے انصافاً اس حاکم عدالت کی محض بیرونی معلومات جسکے اجلاس پر مقدمہ فیصل ہونے والا ہے کسی تائید
یا تردید مقدمہ مین پیش ہو سکتی ہے قانوناً و شرعاً ہرگز نہین۔ اور چونکہ خداوند کریم کی اعلیٰ صفت عدل ہے
پس اسکی ضرورت ہے کہ وہ محض اپنی معلومات کی بنا پر کسی کو سزا و جزا نہ دے اور اسیلیے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا
وجائی بالنبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق وھم لا یظلمون یعنی گواہ اور پیغمبر حاضر کیے جائینگے اور
لوگون مین انصاف کے ساتھ اُنکے اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائیگا اور کسی پر کچھ ظلم نہوگا۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے
کہ اگر اُس نے بطور خود خدا سے عہد کیا ہے تو بلا شاہد یہ عہد حجت نہین ہو سکتا۔ اور خداوند کریم ختم
حجت فرماتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ عہد بمقابلہ اُس عہد کے دیرپا نہین رہ سکتا ہے اسلیے کہ انسان اُس
عالم کی ذلت و رسوائی کے مقابلہ مین جس کا اُسے اندیشہ ہے کہ خلاف ورزی عہد مین جلد نوبت
آئے گی آخرت کی ذلت اور رسوائی کی پروا نہین کرتا ہے اور اسی لیے انسان سیکڑون مرتبہ بطور خود خدا سے
توبہ اور عہد کرتا ہے اور اُسپر قائم نہین رہتا۔ لیکن ایک شریف اور ذی فہم کیلیے پیر یا امام کے ہاتھ پر توبہ اور عہد کرنے سے

اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ کچھ تو شرم حجاب اور کچھ اس عالم کی ذلت و رسوائی کا خیال خلاف ورزی عہد سے
اسکو روکتا ہی۔ بہر حال ہر حالت مین تائید الٰہی درکار ہے بیعت کے بعد یہ ضرور نہین ہے کہ خواہ مخواہ علم
باطنی یا روحانی حاصل کیا جائے۔ بلکہ اختیاری ہی اور ہر شخص کے مذاق طبعیت پر اور ذوق و
شوق پر منحصر ہے لیکن حصول علم باطنی کے لیے بیعت لازمی ہی چنانچہ جب حضرت جنید بغدادی
رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علم باطنی کی طرف مائل ہوئے تو پہلے حضرت حارث محاسبی نے بیعت
لیکر آپ سے تمام گناہون سے توبہ کرائی اور سخت آزمائش کے بعد اپنے حلقہ درس مین شامل کیا
درحقیقت جسطرح صحت جسمانی قائم رکھنے کے لیے ورزش کی ضرورت ہوتی ہی اسی طرح صحت
روحانی قائم رکھنے کے لیے اور پاکیزہ اخلاق حاصل کرنے کے لیے ریاضت کی ضرورت ہوتی ہی اور
بلا ان دونون کے حاصل کیے صحت جسمانی اور روحانی قائم نہین رہ سکتی ہے اور بلا اسکے
انسان کا نفس خواہشات کے اثرات سے پاک نہین رہ سکتا ہے۔

علامہ ابن مسکویہ کا قول علامہ ابن مسکویہ نے لکھا ہی کہ دنیا کے تعلقات سے انسان کو ذات
باریتعالیٰ سے بعد اور اجنبیت پیدا کردیتا ہی لیکن اُسکے ساتھ وہ بہت شد و مد کے ساتھ یہ بھی لکھتا ہی
کہ میرا یہ مطلب نہین ہی کہ انسان دنیا کو چھوڑ کر اُس سے بے تعلقی پیدا کرے اسلیے کہ انسان مدنی الطبع پیدا
کیا گیا ہی اور ایک شخص دوسرے شخص کا محتاج ہی اور زاہد اور جوگیون کا فرقہ جو کوئی کام حصول معاش کا
نہین کرتا درحقیقت وہ ظالم اور راہ اعتدال سے منحرف ہی اس سے ابن مسکویہ کا منشا یہ ہی کہ خدا کی خیال سے بھی غافل

ہو اور دنیوی کاروبار بھی کرتے رہو۔ اسی لیے آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے الدنیا خلقت لکم وانکم
خلقتم للآخرۃ یعنی دنیا تمھارے واسطے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو اور باری تعالے نے
ارشاد فرمایا ہے فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ یعنی زمین پر پھیل جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھ کر روزی
تلاش کرو۔ ہم اس جگہ ابن مسکویہ کے اُن خیالات کا اظہار کرتے ہین جسمین اسنے دنیوی اور روحانی لذائذ
سمجھا کر اور تمثیل دیکر روحانی لذائذ کو مرجح قرار دیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب ہم رضاعت اور طفولیت
کی حالت مین تھے اسوقت جن چیزون کو ہم اچھا سمجھتے تھے اور اُنکی جدائی ہمکو ناگوار ہوتی تھی
اور معمولی سی معمولی چیز بھی اگر ہم سے علیحدہ کر لی جاتی تو ہم مضطر اور پریشان ہوتے تھے
اور روتے تھے آج اُن چیزون کے تذکرے جبکہ ہم جوان اور عاقل ہین نفرت اور کراہت سے
سنتے ہین اسکے بعد جب ہماری روح بدن سے جدا ہو جائے گی اور اُسکو اعلی مراتب حاصل ہوجاینگے تو
دنیا مین ہم جن امور کو خالص لذت سمجھتے تھے اور اُنپر گرویدہ ہوتے تھے وہ روحانی لذتون کے
مقابلہ مین ہیچ محض ہونگے اور اُن سے ہم اسوقت اُسی طرح نفرت اور کراہت کرینگے جس طرح سے
ہم اپنے ایام طفولیت کی چیزون کو تعقل کے زمانہ مین کراہت کی نظرون سے دیکھتے تھے علاوہ
ابن مسکویہ کی یہ ایسی زبردست تمثیل ہے کہ خود بخود انسان کے دل مین اُتر جاتی ہے۔ ہر چہ از دل
می خیزد بر دل می ریزد اور اُسکو عالم اور مافی العالم کی سب اشیا ہیچ معلوم ہونے لگتی ہین لیکن تا وقتیکہ علم
تصوف حاصل نکیا جائے اور عملی طور پر اُسکی مشق نہ کیجائے ہمارے یہ خیالات دیرپا نہین رہ سکتے

اقوال حضرات صوفیہ

حضرات صوفیہ اہل اسلام نے تصوف کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے
کہ تصوف وہ ہے کہ خدا اُسی سے تجھے مارے اور اُسی سے تجھے جلائے پھر فرمایا ہے کہ تصوف وہ ہے کہ
تیرے اور احد کے درمیان کوئی واسطہ باقی نہ رہے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کی بنیاد سات
خصلتون پر منحصر ہے جو انبیا علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھین (۱) سخاوت جو حضرت ابراہیم کا
حصہ تھا (۲) رضا جو حضرت اسحٰق کے ساتھ مخصوص تھی (۳) صبر جسکا حق حضرت ایوب نے ادا کیا
(۴) اشارہ جو حضرت ذکریا کے لیے خاص تھا (۵) غریب الوطنی جو حضرت یحییٰ کے لیے تھی (۶) سیاحی
جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھی (۷) فقیری جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھی
حسین بن منصور نے فرمایا ہے کہ صوفی ذات کا اکیلا ہے نہ کوئی اُسے قبول کرتا ہے اور نہ وہ کسی کو قبول
کرتا ہے ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ صوفیہ کا گروہ وہ ہے جس نے ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ کو اختیار
کیا اور اُسکے نتیجہ مین اللہ نے سب چیزون کو چھوڑ کر اسے اختیار کیا یہ وہ مقولہ ہین کہ جو حضرات
صوفیہ کی زبان سے اکثر اوقات نکلے ہین اُنکا مطلب اور منشا ناظرین خود سمجھ سکتے ہین۔

مناقشات مابین علماء ظاہر و حضرات صوفیہ

ہمارے یہان کے علماء ظاہر اور حضرات صوفیہ مین ہمیشہ اور قدیم سے رقابت قائم تھی اور
اس رقابت کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنتون کی جانب سے بمقابلہ علماء ظاہر حضرات صوفیہ کی تذلیل
کی گئی اور بعض اوقات شہر بدر کیے گئے اور مدتون قید خانہ مین پڑے رہے اور اکثر اوقات قتل کیے گئے اسلیے کہ عالم استغراق و
بیخودی مین ان سے وہ کلمات نکل جاتے تھے جنھین خلاف شرع قرار دیکر ظاہری علماء انپر کفر کا فتویٰ دیتے تھے اور انھین قتل کراتے تھے

یا شہر بدر کراتے تھے چنانچہ بہت سے واقعات اس قسم کے مشہور ہین ذوالنون مصری نے مقامات و ولایت پر
بحث کی اور علما نے اُنکو زندیق کا خطاب دیا اور وہ پابہ زنجیر مصر سے بغداد مین لائے گئے ابو سلمان
دارونی فرشتون سے باتین کرنے اور ملنے کے مدعی تھے اور وہ اسی الزام مین دمشق سے نکالے گئے
حضرت سرمد اور عالمگیر کا واقعہ زبان زد عام ہے حضرت منصور انا الحق کے کہنے سے دار پر چڑہائے گئے
اگرچہ علماے ظاہر نے کفر کا فتوی دیکر اُنکو قتل کرایا لیکن حضرت جنید بغدادی جو علم تصوف
اور فقہ مین اعلی پایہ رکھتے تھے وہ اُسکے مخالف تھے سہیل بن عبد اللہ اسی کی بدولت مرتد اور کافر
ٹھہرائے گئے اور خارج البلد کیے گئے شیخ عبد اللہ ابن ابی حمزہ نے یہ کہدیا تھا کہ مین بیداری مین
حضرت رسول اللہ کو دیکھتا ہون اس بنا پر وہ باتفاق رائے علما کافر اور مرتد ٹھہرائے گئے حضرت جنید
بغدادی نے علم کلام اور صفات باریتعالی پر کچھ گفتگو کی جس سے امام احمد بن حنبل نے اُنسے ملنا چھوڑ دیا
اور وہ عوام کے خوف سے روپوش ہو گئے اور اُن سے لوگ اسقدر ناراض تھے کہ اُنکے جنازہ پر چار آدمی سے زائد نماز
پڑھنے نہین آئے امام فخر الدین رازی اور مولانا شاہ بہاء الدین کا جو حضرت مولانا روم کے والد ماجد تھے
ایک عجیب واقعہ مشہور ہے محمد خوارزم شاہ جب عقیدتمندانہ شاہ صاحب کی خدمت مین حاضر
ہوتا تھا تو بعض اوقات امام صاحب بھی اُسکے ساتھ تشریف لیجاتے تھے شاہ صاحب ہمیشہ اپنے
وعظ مین حکما اور متکلمین وغیرہ کے بعض خیالات کا دندان شکن جواب دیا کرتے تھے یہ امر امام صاحب کو
ناگوار گزرتا تھا اور بہت سے ایسے واقعات پیش آتے تھے جس سے امام صاحب کو شاہ صاحب کی

طرف سے سو ظنی پیدا ہو گئی تھی لیکن خارزم شاہ کی وجہ سے کچھ بول نہ سکتے تھے ایک روز خارزم شاہ مولانا بہاء الدین کی خدمت مین حاضر ہوا آپکے گرد لاکھون اور ہزارون آدمیون کا مجمع تھا اور آپ وعظ فرما رہے تھے خارزم شاہ نے حد سے زیادہ مجمع دیکھکر امام صاحب سے کہا کہ غضب کا مجمع ہے امام صاحب ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے تھے فرمایا کہ اگر اسکا تدارک نہ کیا جائیگا تو مشکل پڑے گی اور انتظام سلطنت مین فتور واقع ہونے کا اندیشہ ہے خارزم شاہ نے امام صاحب کے اشارہ سے خزانہ شاہی کی کنجیان مولانا کے پاس بھجوادین اور کہلا بھیجا کہ اسباب سلطنت مین صرف کنجیان باقی رہگئی ہین وہ حاضر ہین شاہ صاحب نے فرمایا کہ مین اب وعظ نہ کرونگا اور چلا جاؤنگا چنانچہ آپ شہر سے تشریف لیگئے آپکے تشریف لیجانے کے بعد خارزم شاہ کو اپنی اس حرکت سے بہت ندامت ہوئی بہرحال علمائے ظاہری اور حضرات صوفیہ کے درمیان ہمیشہ اسی قسم کے واقعات پیش آیا کرتے تھے لیکن چونکہ سلطنت علمائے ظاہری کی طرفدار تھی اسلیے ہمیشہ حضرات صوفیہ نے ان حضرات کے ہاتھون سے سخت تکلیفین اوٹھائین اور مصائب برداشت کیے واقعی یہ ہے کہ انسان جبتک کسی علم سے جاہل مطلق رہتا ہے اُسوقت تک وہ اُسکی مخالفت پر آمادہ اور کمربستہ رہتا ہے جب بعض علمائے ظاہر اس نعمت سے مشرف ہوئے اور اُنپر وہی حالات طاری ہوے جو حضرات صوفیہ پر تھے۔ تو اصل حقیقت سے واقف ہوئے اسمین شک نہین کہ بلا کسی معلومات کے کسی علم کے رموز اور نکات پر نکتہ چینی کرنا بقول حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اندھیری کوٹھری مین نشانہ لگانا ہے۔

طبقہ علمائے ظاہر اور علمائے باطن

جسطرح علوم ظاہری مین مختلف گروہ اور مختلف خیالات اور اجتہاد کے پیدا

ہو گئے اس علم مین بھی مختلف گروہ ہو گئے اور ہر گروہ نے اپنا مسلک بالکل علیحدہ رکھا لیکن یہ صرف
فروعی اختلافات ہین اصول مین سب متفق ہین لیکن چونکہ علماء ظاہر مین اصولی اور فروعی دونون اختلافات بہت
کثرت سے ہوے اسوجہ سے بہت سے گروہ پیدا ہو گئے اور ایک گروہ نے دوسرے گروہ کی تکفیر کی اور غالب نے
مغلوب کو سخت سی سخت اذیتین پہونچائین ائمہ اربعہ اور حضرت امام غزالی اور محی الدین ابن عربی کے واقعات
تکفیر ابھی فراموش نہین ہوے ہین۔ لیکن حضرات صوفیہ کے گروہ مین ایسے واقعات ہی پیش نہین آئے
پس انمین مختلف گروہ کا ہونا اور ہر فرقہ کا ایک دوسرے کے خیالات اور اجتہادات سے مخالف ہونا یہ
بھی ایک سبب اہل اسلام کی تنزل کا ہوا لیکن یہ کوئی نئی بات نہین ہے۔ ہر مذہب مین یہی ہوتا
رہا ہے اور ہوتا رہیگا۔ اگر ان متعدد فرقون کی وجہ سے اہل اسلام کو تنزل ہوا تو دوسرے
مذاہب مین بھی متعدد فرقے موجود ہین اور ہوتے جاتے ہین اور آئندہ چل کر یہی حالت انکی بھی
ہونیوالی ہے۔ اور یہ ایک قدرتی قانون ہے جسپر رائے زنی کرنا گویا قانون قدرت پر نکتہ چینی ہے

تقدیر و تدبیر

سب سے زیادہ اہم اور ناقابل جواب اعتراض جو اندنون حضرات صوفیہ پر کیا جاتا ہے
وہ یہ ہے۔ کہ یہ حضرات تقدیر محض کے قائل ہین مجبور محض ہو کر تقدیر کے بھروسہ پر خانقاہون
مین گوشہ نشین ہو گئے ہین اور محنت و مشقت سے احتراز کرتے ہین اور یہی حضرات تمام مسلمانون کو
اس راہ پر لگا کر بیکار محض بنانا چاہتے ہین۔ ان حضرات کے نسبت یہ خیال نہایت لغو ہے افسوس ہے کہ جو
حضرات اس قسم کا اعتراض کرتے ہین وہ حقیقت جبر و اختیار تقدیر و تدبیر کے اصل مفہوم ہی کو نہین سمجھے ہین

اگر یہ حضرات اس مسئلہ کے اسی مفہوم کے ساتھ قائل ہوتے جو حضرات معترضین سمجھے ہوئے ہین تو پھر
ان حضرات کو ریاضت اور مجاہدہ کی کیا ضرورت تھی اور کیون توجہ الی اللہ کے لیے تدابیر اختیار
کیجاتی تھین ۔ بلا ریاضت و مجاہدہ خداوند کریم انکو اعلیٰ علیین تک پہونچا دیتا ۔ اور انکو روحانی قوت عطا کرتا
درحقیقت کسی امر مین کوشش کرنا ہمارے اختیار مین ہے جسکو ہم تدبیر کہتے ہین اور کوشش کے ذریعہ سے اپنے
مقاصد مین کامیاب ہونا ہمارے اختیار مین نہین ہے ۔ بلکہ وہ خدا کے قبضۂ قدرت مین ہے اور اسی کا نام
تقدیر ہے ۔ اگر انسان مجبور محض ہوتا اور تقدیر پر بھروسہ کرتا تو سزا اور جزا کی کیا ضرورت تھی ۔ ہمارے
افعال و حرکات سے خود ظاہر ہے کہ ہم مختار ہین ہمارے ہاتھ پیر خود اس امر کے شاہد ہین کہ یہ اعضا
بلا ضرورت ہمکو عطا نہین کیے گئے ہین بلکہ جد و جہد اور کوشش و تدبیر کے لیے عطا کیے گئے ہین
پس تقدیر کے معنی یہ ہین کہ اگر کسی امر مین کوشش کیجائے تو کوشش کے نتیجہ پر خدا پر بھروسہ کیا جائے
اس لیے کہ کوشش و تدبیر مین کامیاب ہونا ہمارا اختیاری نہین ہے بلکہ اسمین ہم مجبور ہین اور کوشش اور تدبیر
مین ہم مختار ہین اور یہی اصول حضرات صوفیہ کا ہے حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ جبر و اختیار کے متعلق
فرماتے ہین کہ جانور بھی اس مسئلہ سے واقف نظر آتے ہین یعنی اگر ایک پتھر کتے کی طرف پھینکا جائے تو گو
کتے کو چوٹ پتھر سے پہونچتی ہے لیکن کتا پتھر پر حملہ نہین کرتا ہے ۔ بلکہ پتھر پھینکنے والے کی طرف بھونکتا
اور حملہ کرتا ہے اسلیے کہ وہ جانتا ہے کہ پتھر مجبور محض ہے بلکہ جس شخص نے اسکو تکلیف پہونچائی وہ قابل
مواخذہ ہے اور اسی لیے اسپر حملہ کرتا ہے ۔ درحقیقت اگر مسلمان تقدیر کے قائل ہوتے تو صحابہ کرام اور دیگر

اہل اسلام اشاعت اسلام کی کوشش کیون کرتے لیکن چونکہ وہ اس مفہوم کے ساتھ تقدیر کے قائل نہ تھے جو حضرات معترضین سمجھے ہوے ہین اسلیے اُنھون نے اسلام کی اشاعت مین تدابیر اور جدوجہد اور کوششین کیین اور نتیجہ پر خدا پر بھروسہ کیا اسی لیے اشاعت اسلام مین کامیابی ہوئی اور یورپ ایشیا اور افریقہ کے ممالک کو اُس نے اپنے حلقہ مین بہت جلد لے لیا اور اسی نتیجہ تقدیر کو ہم تدبیر کہتے ہین۔

آفرینش خیر و شر کی فلاسفی

چونکہ انسان فاعل مختار ہے لہٰذا لازمی ہے کہ اُسکے افعال بد پر باز پرس کیجائے اور افعال نیک کی جزا دیجائے اگر عالم حیوانات پر غور کیا جائے تو اُسمین کوئی فاعل مختار ہے اور نہ اپنے افعال کا جوابدہ ہے۔ نہ بُرائی کی باز پرس ہے اور نہ بھلائی کا صلہ ہے اور ہر ایک جانور اپنی محدود عقل حیوانی کی بنا پر مضرات کے اندفاع کی کوشش کرتا ہے اور حصول خیر کی طرف متوجہ ہے اگر خداوند کریم انسان کو بھی حیوان محض پیدا کرتا تو دیگر حیوانات سے مختلف اور مرجح نہوتا۔ لیکن خداوند تعالی نے انسان کو نا محدود عقل و علم کی دولت عطا فرما کر حیوانات سے ممتاز فرمایا ہے۔ چونکہ خدا کا رحم و کرم قہر و غضب سے بڑھا ہوا ہے اور وہ خیر محض ہی اسلیے اُس نے بدی کے ساتھ بھلائی بھی پیدا کی تاکہ نیکی کی تمیز کی جا سکے (الاشیاء تعرف باضدادھا) اگر محض خیر ہی خیر ہوتا اور بُرائی اور بدی پیدا نہ کی جاتی تو خیر کی تمیز ہی نہین ہو سکتی تھی اور انسان نیکی کی طرف متوجہ بھی نہوتا۔ اور اُسمین خیر و شر کا احساس ہی نہوتا۔ پس خدا نے جو بُرائیان پیدا کین وہ محض اس وجہ سے پیدا کین کہ انسان خیر و شر مین تمیز کر سکے اور اسی لیے خداوند کریم نے انسان کو نا محدود

علم وعقل کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ تاکہ وہ خیر کو اختیار کرے اور بدی سے اجتناب کرے۔ اسکے
علاوہ خداوند کریم پر کبھی یہ الزام قائم نہین ہوسکتا کہ اُسنے بدی کو پیدا کر کے اپنے بندون کو سرکشی کی رغبت
دلائی۔ فرض کیجیے کہ ایک صناع نے تجارت کی غرض سے بندوقین بنائین اور انکو فروخت کیا۔ کسی ظالم نے انھین
بندوقون سے چند آدمیون کو ہلاک کیا۔ کیا قانوناً صناع پر اعانت کا الزام قائم ہوسکتا ہی کبھی نہین اسلیے
کہ اُس صناع کی یہ نیت نہ تھی کہ بندوقون سے ارتکاب جرم کیا جائے پس خداوند کریم پر الزام لگانا کہ اُس نے
شر کو پیدا کیا غلط ہی۔ بلکہ لائق الزام وہ شخص ہے جو احکام آلہی سے سرتابی کرے اور شر کو کام مین لائے۔

موجودات عالم کی تقسیم

حکمانے موجودات عالم کی تقسیم چار قسمون مین کی ہی۔ جمادات۔ نباتات حیوانات
انسان جو ابتداءً مادہ جمادی کی صورت اختیار کرتا ہے جب اُسمین کمال پیدا ہوجاتا ہی تب وہ نباتاتی
صورت اختیار کرنے کے قابل بنتا ہی۔ اور جب مظاہر نباتاتی مین وہ کمال حاصل کرلیتا ہی تب حیوانی
صورت اختیار کرنے کے قابل ہوتا ہی اور جب مظاہر حیوانی مین وہ کمال حاصل کرلیتا ہی تب انسانی صورت
اختیار کرنے کے قابل ہوتا ہی اور اُسوقت انسان کا ظہور ہوتا ہی غرض جمادات سے ترقی کرتے
کرتے وہ درجۂ انسانیت تک پہونچتا ہی اور بہت سی باتین ان چار اقسام مین مابہ الامتیاز ہین
مثلاً جمادات اور نباتات مین کورل آئیلنڈز اور گھونگھا اور سیپ۔ نباتات اور حیوانات مین مابہ الامتیاز
اُس درخت کا پھول ہی جو جنگلون مین ہوتا ہی۔ اور کھلا ہوا رہتا ہی اور جب مکھی اُسے چوسنے کی غرض سے اُسپر
بیٹھتی ہی تو وہ بند ہوجاتا ہے اور مکھی کو کھانے کے بعد کھل جاتا ہی اور یہی اُسکی نشو ونما کا باعث ہے حیوانات

اور انسان مین مابہ الامتیاز (اور نیگیٹنگ) یعنی بن مانس ہے لیکن اسکے بعد ایک درجہ اور بھی ہے جو عالم ملکوتی تک منتہی ہوتا ہے اور عالم انسانی اور عالم ملکوتی مین مابہ الامتیاز حضرات صوفیہ کے نفوس ہین جنھون نے اپنی ہستی کو بالکل فنا کر دیا ہے اور ذات الٰہی مین فنا ہو گئے ہین جسکی توضیح یہ ہے کہ ہر نوع کی انتہا دوسری نوع کی ابتدا سے متصل ہوتی ہے۔ اسلیے بشریت کی انتہا ملکوتیت کی ابتدا ہے۔ جہان حضرت منصور نے انا الحق اور بایزید بسطامی نے (سبحانی ما اعظم شانی) فرمایا تھا۔ محمود شستری نے اس سے متعلق لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے درخت پر جو روشنی دیکھی تھی وہ درحقیقت خدا نہ تھی لیکن اس سے آواز آئی کہ (انا ربک) جب ایک درخت نے جو خدا کے نور سے منور ہو گیا تھا خدائی کا دعویٰ کیا تو انسان جو سب سے بڑا مظہر الٰہی ہے اگر ایک خاص مقام پر پہونچکر خدائی کا دعوے کرے تو قابل اعتراض نہین ہے۔ مولانا روم نے ایک مثال یہ بھی دی ہے کہ لوہا جب آگ مین گرم کیا جاتا ہے تو وہ سرخ ہو کر اسکا ہمرنگ ہو جاتا ہے اگرچہ وہ آگ نہین ہو جاتا۔ لیکن بلحاظ اپنے خواص کے اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ آگ ہو گیا۔ فنا فی اللہ کے مقام پر صوفی کی بھی یہی حالت ہو جاتی ہے۔

حضرات صوفیہ کی قوت روحانی کے اثرات

درحقیقت انکے سے پاکیزہ اخلاق اور عمدہ صفات اسوقت تک حاصل نہین ہو سکتے ہین۔ جبتک کہ سلوک تمام نہو لے اور ان حضرات کی صحبت سے استفادہ نہ اٹھایا جائے۔ ہم نے اس سے قبل بھی لکھا ہے

اور اب بھی لکھتے ہین کہ اسلام کی اشاعت مین انھین حضرات کی پاکیزہ اخلاق اور نیک سیرت اور
قلبی اثرات کا بہت سا حصہ شامل ہے ہمارے ظاہری علما تو محض وعظ اور نصائح سے غیر اقوام
کو اسلام کی طرف مدعو کرتے رہے اور یہ طریقہ مباحثہ سے لیکر مکابرہ اور مجادلہ تک ہو چکیا
جس سے اُنکی یہ کوششین سالہاے سال کے بعد نتیجہ بخش ثابت ہوئین لیکن حضرات صوفیہ
کی ایک گہری اور پرتاثیر نگاہ نے وہ جادو کا کام کیا کہ جوق جوق غیر اقوام نے مذہب اسلام قبول کیا اور یہی
اُس رعب و ہیبت اور روحانی قوت اور قلبی اثرات کا نتیجہ تھا جس نے سفیر ہرقل کو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ
عنہ خلیفۃ المسلمین کے سامنے کپکپا اور تھرا دیا اور وہ بالآخر مسلمان ہو گیا۔ حالانکہ اُسوقت
آپ کھجور کے درخت کے نیچے نہایت سادگی کے ساتھ زمین پر تشریف فرما تھے۔ پس یہ روحانی
قوت اور قلبی اثرات بجز ریاضت اور مجاہدہ اور پاکیزہ اخلاق کے حاصل نہین ہو سکتی۔

آفرینش انسان کی فلاسفی ہم جہانتک غور کرتے ہین غائیت آفرینش حضرت باری تعالیٰ کے اس
ارشاد سے معلوم ہوتی ہے کہ (ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون) یعنی ہم نے جن اور انس کو
محض عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے جسقدر فرائض زندگی ہین مثلاً
کسب معاش پرورش اولاد اپنے ابناے جنس کے ساتھ عمدہ برتاؤ نیک سلوک پاکیزہ اخلاق امر بالمعروف
نہی عن المنکر یہ بھی درحقیقت عبادت مین شامل ہین اور عبادت سے خدا کو کچھ غرض نہین بلکہ ہمارا ہی
فایدہ ہے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی اخلاقی حالت درست ہو یہ اصول ہین جنکو

یورپ مین حکمائے حال نے تسلیم کیا ہے اور یہی وہ اصول ہین جنپر حضرات صوفیہ نے عمل کیا ہے۔ لیکن چونکہ پاکیزہ اخلاق نیک سیرت عمدہ صفات ریاضت اور مجاہدہ کے بغیر حاصل نہین ہو سکتے۔ اسلیے ضرور ہے کہ عبادت الٰہی کی تکمیل کے لیے وہ ان امور کو بھی انجام دین ورنہ عبادت کا مفہوم کسی طرح ادا نہین ہو سکتا ہے اور یہی وجوہ تھے کہ آنحضرتؐ ہی کے زمانہ مین بہت سے اہل اسلام علاوہ دنیوی مشاغل کے ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول رہتے تھے۔ لیکن یہ طریقہ ریاضت اور مجاہدہ علم کی شکل مین آنحضرتؐ کے زمانہ تک مرتب نہین ہوا تھا درحقیقت اہل اسلام نے اس علم کو ایسی خوبصورتی کے ساتھ تدوین کیا اور ایسے ایسے نکات پیدا کیے کہ ملحد اور زندیق اور دہری بلا چون وچرا اسلام مین داخل ہونے لگے اور اسلام کی صداقت کے معترف ہوے۔

اسلامی ارکان کامل اور سچے مذہب کے لیے چار ارکان لازمی ہین۔ پس ہمکو مذہب اسلام سے متعلق ان ارکان کی سچی جانچ اور تنقیح کرنا چاہیے کہ یہ چار ارکان اور اُسکے متعلقات مذہب اسلام مین کس اصول پر مبنی ہین اور اُن کے متعلق کیا احکام ہین اگرچہ ہر ایک رکن اور اُسکے متعلقات بجائے خود اہم مسائل ہین اور اگر بالتفصیل ان کے متعلق لکھا جائے تو ایک مطول کتاب ہو سکتی ہے تاہم اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تفصیل ارکان:-

عقائد

(۱) توحید (۲) نبوت (۳) معاد

(۱) حشر و نشر (۲) حساب و کتاب (۳) جنت و دوزخ

عبادات

(۱) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) زکوٰۃ

اخلاق

(۱) صداقت (۲) دیانت (۳) شجاعت (۴) صبر (۵) توکل (۶) تسلیم و رضا۔

(۷) حیا و عفت (۸) ایفائے عہد۔

معاملات

(۱) تجارت (۲) وراثت (۳) نکاح (۴) طلاق (۵) وصیت (۶) قصاص۔

فلسفہ توحید اگرچہ توحید کے متعلق ہم نے اس سے قبل لکھا ہے تاہم بیان بھی ہم اسکی توضیح کرتے ہیں۔ سلسلہ کائنات اور انتظام عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی ذرہ سے لیکر شجر حجر کوہ دریا بیابان تک کہ اجرام فلکی یعنی آفتاب اور ماہتاب سب میں توحید باریتعالیٰ کا ایک بیّن ثبوت موجود ہے۔ ابتدا میں جب انسان نے اپنی آنکھ کھول کر چاروں طرف نظر کی تو

اُسکو اس عالمِ مادّی کی ہر چیز مین ایک غیر متناہی سلسلۂ انتظام نظر آیا اور لازوال نیچر یعنی
قوانین قدرت کے انتظام مین سب کو جکڑا ہوا پایا۔ غور کرنے سے اُسکو معلوم ہوا کہ اِس
عالم کی ہر شئے کو ایک دوسرے کے ساتھ اسقدر توافق اور تناسب ہے کہ تا وقتیکہ تمام قوانین
قدرت مل کر کام نہ کرین ایک چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی پیدا نہین ہو سکتی۔ گھاس جو نہایت
ناچیز ہے وہ بھی بغیر عناصر یعنی آب باد اور خاک۔ اور آفتاب اور ماہتاب کی
تاثیرات کے نہین پیدا ہوتی۔ لیکن درحقیقت انسان اپنی عقلی کمزوری سے ان قوانین قدرت
کی بندشون کو اور سلسلۂ انتظام کا تناسب دیکھ کر نہایت متحیر اور حیرت زدہ ہوا۔ لیکن جب
اُس نے وحشیانہ طریقہ زندگی سے مہذبانہ طریقہ زندگی اختیار کیا اور تمدن اور معاشرت مین
ترقی کی تو اُسکے مذہبی خیالات بھی مستحکم ہونے لگے اور کچھ کچھ سمجھ بھی آنے لگی۔ اگر اُسکی ابتدائی
زمانہ کو جو نہایت جہالت اور تاریکی کا زمانہ تھا خیال کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ تکلیف
اور زحمت اور بیماری کی حالت مین وہ ایسی قوت سے امداد کا طالب ہوتا رہا جسکو وہ اپنے سے
اعلیٰ اور زبردست قوت سمجھتا تھا اور رفتہ رفتہ اس خیال نے اُسکو یہانتک مستقل کیا کہ اُس
قوت کی خوشی اور رضامند رکھنے کی تدبیرین مختلف طریقون سے اُس نے اختیار کرنا شروع کین
اور یہی تدابیر ہر طبقہ اور ہر ملت مین مذہبی رسومات اور طریقۂ عبادت سمجھی جانے لگین۔ اسی لیے
ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین ہر گروہ کوئی مذہب ضرور رکھتا ہے۔ لیکن طریقۂ عبادت اور رسوم

ایک دوسرے سے مختلف ہین مذہب اسلام کو حکمت اور عقل سے جسقدر مناسبت ہے
کسی اور مذہب کو اسقدر مناسبت نہین اُسکے اصول اور احکام بالکلیہ عقل اور حکمت پر مبنی
ہین۔ مگر افسوس ہے کہ ہم لوگ اُن احکام اور اصول پر غور نہین کرتے اور محض اندھا دھند تقلید
مین ایسے افعال کرتے ہین جس سے دوسرے مذاہب کے سامنے اسلام کی اچھی اور خوش منظر تصویر کریہ
منظر نظر آتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مذہب ایک فطری چیز ہے اور جو شے فطری ہو گی وہ انسانون مین
مشترک ہو گی اگر افراد انسانی سے اُنکی زبان اور صورت اور شکل اور رنگ علیحدہ کر لین تو جو چیز مشترک
رہجائے گی اُسمین ایک مذہب بھی ہو گا اور یہی بہت بڑی دلیل مذہب کے فطری ہونے کی ہے اور
اسی لیے انسان کو ایک اعلیٰ اور زبردست قوت کا معترف ہونا پڑا جسنے ان قوانین
قدرت کے اجزا مین توافق اور تناسب پیدا کیا ہے اور وہ اسی جستجو اور تلاش مین رہنے لگا کہ
کسی طرح سے اُس مالک حقیقی کو دیکھے یہانتک کہ اُسکو شب تار مین ایک ستارہ چمکتا ہوا نظر آیا اور
جسے دیکھکر وہ کہنے لگا کہ یہی میرا رب ہے جب وہ غروب ہو گیا اور ماہتاب نے اپنا منور چہرہ نکالا
تو دفعتاً اُسکی زبان سے نکلا (ھذا ربی ھذا ربی) لیکن جب وہ بھی اسکی آنکھ سے اوجھل
ہو گیا اور آفتاب عالمتاب نظر آیا تو اُسکی طرف اُسنے دیکھا اور کہا ہو نہو یہ تو ضرور یہی
میرا رب ہے لیکن جب یکے بعد دیگرے تینون اُسکی نظرون سے غائب ہو گئے تو اُسکو حیرت
اور استعجاب پیدا ہوا اور دل ہی دل مین کہنے لگا یہ تو سب غائب ہو گئے اور میرا رب

غائب ہونے والا نہین ہے۔ نہین نہین اسمین سے کوئی بھی میرا رب نہین ہے۔

درحقیقت انسان کی سرشت مین توحید باریتعالی کا اعتقاد موجود ہے اور وہ اس زبردست قوت کا ابتداہی سے قائل ہے اور مظاہر عالم کو جلوہ گاہ مبدءٔ فیاض سمجھکر اُسکی پرستش کرکے وہ مبدءٔ فیاض تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ ہمہ تن اس غور و فکر مین منہمک رہتا ہے کہ اوس واجب الوجود کا تصور کس شکل اور صورت مین کیا جائے اور اس خیال سے کہ ممکنات یعنی موجودات عالم ذات واجب الوجود کے ظلال کے نتائج ہین۔ اسلیے اُسنے ہر شئے مین ذات حقیقت الحقائق کی پرستش کی اور یہ خیال اُسکے دل مین ایسا مستحکم ہوگیا کہ انسان نے اس عالم مادی کے ہر چیز مین اُسی وجود حقیقی کی پرستش کرڈالی۔ شجر۔ حجر۔ دریا۔ آفتاب۔ ماہتاب کوئی اُسکی پرستش سے نہین چھوٹا اور اسی بنا پر اکثر مذاہب ہر شئے کی پرستش کرنے کی تعلیم کرتے ہین۔ لیکن ذات واجب الوجود اور موجودات عالم مین بہت بڑا فرق ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اس عالم مادی کی ہر شئے مظہر الٰہی ہے۔ لیکن یہ صحیح نہین ہے کہ کوئی شئے انمین سے خدا ہے اسمین شک نہین کہ ہر چیز خدا کی قدرت کی جلوہ گاہ ہے۔ لیکن کسی چیز کا ممکنات مین سے خدا ہونا ناممکن ہے وہ ذات تمام اشیا مین ظاہر ہے اور اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ جسم انسانی مین روح لیکن جسم کی ہر عضو کی حرکت اور ہر حاسہ کا فعل اور ہر قوت کا اثر روح کی وجہ سے ہے آنکھ دیکھتی ہے۔ پاؤن چلتے ہین۔ ہاتھ ہلتے ہین۔ زبان بولتی ہے۔ اسلیے کہ ہر حرکت مین روح

فرمانروا ہے پس ہم کسی عضو کو روح نہین کہہ سکتے۔ بلکہ یہ سب روح کے تابع ہین۔ اسلیے ان مظاہر کو خدا
نہین کہہ سکتے ہین۔ اور اسی وجہ سے اُنمین ذات واجب المعبود کی پرستش غلط ہے۔ ذات واجب الوجود
نامحدود ہے اُسکی کوئی صورت نہین ہے نامصور غیر محدود کی مصور اور محدود اشیا مین پرستش کسیطرح صحیح نہین ہوسکتی
ہے اور جو ان سب مظاہر کی علت یعنی خدا تعالی ہے اُسی کی پرستش کرنا چاہیے۔ باوصف اسکے کہ انسان
نے اس عالم مادی کی ہر شئے کی پرستش کر ڈالی لیکن وہ اپنی اصلی مقصد مین کامیاب نہین ہوا۔ اور
درحقیقت مقصود اصلی تو اُسی کے پاس موجود تھا جیسا کہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے
(نحن اقرب الیہ من حبل الورید) یعنی ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہین صرف
تعلیم کی ضرورت تھی۔ اور وہ اصلی اور حقیقی تعلیم جسکے لیے ابتدائے آفرنیش عالم سے ہر گروہ مین
وقتاً فوقتاً پیغمبر مبعوث ہوتے رہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے (لکل امۃ ھاد) اور جو ایک عرصہ سے
موقوف ہوگئی تھی اور طالب علمون نے اپنی من گڑھت باتون سے اُسے پس پشت ڈالدیا تھا۔ دفعتاً
سرزمین عرب سے پھر شروع ہوئی اور ایک عالم مین پھیل گئی اور وہ تعلیم صرف کلمۂ طیبہ (لاالہ الا اللہ) مین تھی
لیکن چونکہ یہ امر کفران نعمت تھا کہ جسکے ذریعہ سے ہمنے خدا کو پہچانا اور بہائم سے انسان بنے اور ان کلمات کے
رموز اور نکات سے واقف ہوئے اسکو چھوڑ دین اسلیے خداوند کریم نے ان کلمات کے ساتھ محمد رسول اللہ
کو بھی شامل کردیا۔ درحقیقت جو سچے دل سے ان کلمات کا قائل ہوا وہ اپنے مقصود اصلی مین کامیاب ہوا
جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے اور جسکی تفصیل کے لیے طوالت درکار ہے (من قال لاالہ الا اللہ فدخل جنۃ

اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی اخلاقی حالت درست ہوئی اور اپنے ابنائے جنس کے ساتھ ہمدردی کا مادہ
پیدا ہوا برائیون سے پرہیز کرنے لگا۔ اور نیک باتین اختیار کین ایسی حالت مین وہ بیٹھے بیٹھے کبھی واجب الوجود کی
عظمت و کبریائی کے تصور مین غرق ہو جاتا تھا۔ اور عالم مثال اور عالم ملکوتی کی سیر کرنے لگتا تھا
اور وہانکی عمدہ عمدہ نعمتون سے اپنی روح فلک سیر کو فرحت دیتا تھا اور وجدان اور عرفان کے ذریعہ سے
روحانی لذتین حاصل کرتا تھا۔ اور پھر اسکو اس عالم مادی مین واپس آنا گوارا گزرتا تھا لیکن بوجہ ان تعلقات کے
جو ممکنات کو واجب الوجود کے ساتھ ہین اس کو اس عالم مادی مین مجبوراً واپس آنا پڑتا تھا اور
یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ واجب الوجود کو ممکنات سے کس قسم کا تعلق ہے درحقیقت یہ تعلق اس
قسم کا ہے کہ نہ انسان کی سمجھ مین آسکتا ہے اور نہ انسان کی عقل وہانتک پہونچ سکتی ہے۔ مولانا روم علیہ
الرحمتہ فرماتے ہین۔ اتصالی بے تکیف بے قیاس + ہست رب الناس را با جان ناس۔
لیکن جہان مولانا نے شریعت کے رموز اور نکات کو نظائر اور تمثیلات کے ذریعہ سے
واضح کردیا ہے اُسی طریق پر ان تعلقات کو بھی نہایت دلپذیر طریقہ سے سمجھایا ہے
مولانا صاحب فرماتے ہین کہ جو تعلقات شجاعت کو دل کے ساتھ ہین گویائی کو زبان سے
اور بصارت کو روشنی سے اور خوشی کو دل سے وہی تعلقات واجب الوجود کو ممکنات
کے ساتھ ہین جس طرح سے نہ ان تعلقات کی کیفیت بیان کیجا سکتی ہے اور نہ قیاس
مین آسکتے ہین اُسی طریق پر جو تعلقات خداوند کریم کو اس عالم مادی کے ساتھ ہین

وہ نہ الفاظ کے ذریعہ سے ادا کیئے جا سکتے ہین اور نہ قیاس مین آ سکتے ہین لیکن چونکہ ان تعلقات کا
ہونا مسلمہ ہے اسلیے واجب الوجود کو جو تعلقات ممکنات سے ہین وہ بھی مسلمہ ہین انھین وجوہ سے
ممکنات جنکو عالم کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی بحیثیت مجموعی ذات باریتعالی کا مظہر ہے
جو ہر جگہ ہر مقام پر ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ اسلیے کہ وہ ذات پاک نہ جسم ہے نہ جوہر اور
نہ عرض اور چونکہ ایک ہی جسم اور مادہ ایک وقت مین دو سے زیادہ مقامات مین موجود نہین
رہ سکتا ہے۔ لہذا وہ ان عوارض سے پاک ہے۔

نبوّت نبوت کی حقیقت یہ ہی کہ انسان۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات سے ترقی
کرتے کرتے درجہ بدرجہ انسانیت تک پہونچتا ہے اور اُسکے بعد ترقی کرتے کرتے
ملکوتیت کے درجہ تک پہونچتا ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہین کہ ہر دور مین ایک ایسا
شخص پیدا ہوتا ہی جو افضل الناس ہوتا ہے اور اُسی کو صوفیہ قطب کہتے ہین اس قیاس کی بنیاد
پر سیکڑون ہزارون برس کے بعد ایک ایسا شخص پیدا ہوتا ہی جو افضل الناس سے بھی افضل الناس ہوتا ہے
اور اسی کو پیغمبر اور موجد شریعت کہتے ہین اور امام صاحب نے شریعت کی یہ تعریف کی ہی کہ چونکہ
انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہی اور اُسکی بقا آپس کی اعانت اور اجتماع کے بغیر ممکن نہین۔ اگر آپس
مین تعاون اور تعاضد نہو تو انسان کا نہ کوئی فرد باقی رہ سکتا ہی نہ اُسکی نوع نہ اُسکا مال اور نہ اُسکی
عزت۔ پس اسی اجتماع اور تعاون کے جو اصول اور آئین ہین اُن ہی کو شریعت کہتے ہین

اُسکے بعد امام صاحب فرماتے ہین کہ ہر نوع کی انتہا دوسری نوع کی ابتدا سے متصل ہوتی ہے۔ اسلیے بشریت کی
انتہا ملکوتیت کی ابتدا ہے اور اسی بنیاد پر پیغمبر مین ملکوتی صفات پائے جاتے ہین اور اُسکی قوت نظریہ
اور قوت عملیہ اسقدر تیز ہوتی ہے کہ قوت نظریہ کے آئینہ مین وہ ذات واجب الوجود کو دیکھتا ہے اور قوت عملیہ کے
ذریعہ سے ممکن الوجود مین مختلف قسم کے تصرفات کرتا ہے اسی کو معجزہ کہتے ہین۔ (امام صاحب کی تقریر ختم ہوئی)
لیکن یہ امر غور طلب ہے کہ جب معجزہ اور استدراج کے افعال کی نوعیت مین کوئی فرق نہین ہے
خواہ وہ کسی طریق پر وقوع مین آئین تب اُنمین امتیاز اور فرق کا معیار کیا قرار دیا جاسکتا ہے۔
اگرچہ ہمارے یہانکے علماء ظاہر نے اُسکے سمجھانے مین جان توڑ کوشش کی ہے لیکن جس طریق
اور انداز سے ہمکو سمجھایا گیا ہے وہ ایک متلاشی اور متجسس کے لیے قابل اطمینان نہین ہوسکتا ہے
اور نہ ہمارا ذہن اُسکو قبول کرسکتا ہے گو بلحاظ اُس عزت اور وقعت کے جو ہمارے دلون مین ان
حضرات کی قائم ہے۔ ہم بجا و درست کہکر خاموش ہو جاتے ہین۔ لیکن ہمارا دل اُن جوابات سے
مطمئن نہین ہوتا ہے۔ ہمین شک نہین کہ مولانا روم علیہ الرحمہ نے انھین امور کو نظائر اور
تمثیلات سے سمجھایا ہے جو ایک ذی فہم کے لیے ضرور قابل اطمینان ہے۔ لیکن افسوس
ہے کہ ہمارے یہان کے جدید تعلیم یافتہ حضرات اُسپر غور نہین فرماتے ہین۔ یہ صحیح ہے
کہ معجزہ اور استدراج کی نوعیت مین کوئی فرق نہین ہے اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ
ایک ساحر کے تصرفات محدود ہین اور پیغمبر کے تصرفات غیر محدود اور وسیع ہین لیکن

محدود اور غیر محدود تصرفات سے فعل کی نوعیت مین کوئی فرق واقع نہین ہوتا ہی حقیقت یہ ہے کہ
ان دونون مین فرق وہی شخص بخوبی کرسکتا ہی جسکو عقل سلیم اور ذوق صحیح عطا کیا گیا ہی۔ مثلاً ایک
مقدمہ مین بلحاظ نوعیت اور حالات کوئی فرق نہین ہے اُسکا فیصلہ ایک ماتحت منصف کرتا ہے اور
اُسی مقدمہ کو ایک چیف جسٹس بصیغۂ مرافعہ سماعت کرتا ہی اگرچہ دونون حکام کے فیصلہ جات
کی نوعیت مین کوئی فرق نہین ہے لیکن ایک قانون دان اور نکتہ رس چیف جسٹس کے فیصلہ کو قابل
وقعت خیال کرتا ہے اور منصف کا فیصلہ قابل وقعت خیال نہین کیا جاتا۔ لیکن وہ حضرات جنکو
قانون سے بالکل واقفیت نہین ہی دونون فیصلون مین کوئی تمیز نہین کرسکتے ہین یا ایک شخص
اپنی قوت ذائقہ کی وجہ سے کھاری اور میٹھے پانی مین بخوبی شناخت کرلیتا ہی لیکن جس شخص کی قوت
ذائقہ بوجہ بعارض زائل ہوگئی ہی وہ کیونکر کھاری اور میٹھے پانی مین شناخت کرسکتا ہی حالانکہ بظاہر
پانی کی شکل وصورت رنگ و بو مین دیکھنے والون کو کوئی فرق نظر نہین آتا ہی پس وہ حضرات جو قانون دان ہین
اور قانونی نکات سے واقف ہین جسطرح چیف جسٹس اور ماتحت منصف کے فیصلہ مین امتیاز کرسکتے ہین یا وہ
حضرات جنکی قوت ذائقہ صحیح ہی جسطرح کھاری اور میٹھے پانی کی شناخت کرسکتے ہین اُسی طریق پر وہ حضرات
جنکو عقل سلیم اور ذوق صحیح عطا کیا گیا ہی معجزہ اور استدراج مین تمیز کرسکتے ہین۔ جب بنی نوع انسان
کی اخلاقی حالت متبذل اور خراب ہونے لگی تو وقتاً فوقتاً خداوند کریم نے پیغمبرون کو ہدایت عام کیلیے
مبعوث کیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے (ولکل امة هاد) اور انکے ذریعہ سے بنی نوع انسان کی تمدنی اور معاشرتی حالت درست

ہوتی رہی اور جہان اور جب کبھی کوئی گروہ سابقہ پیغمبرون کی راہ ہدایت سے بھٹکا اور خرابِ مراسم مین مبتلا ہوا
تو انھین لوگونمین ایک نہ ایک ہادی برحق مبعوث ہوتا رہا - ہمارے پیغمبر آخرالزمان کے بعد کسی ہادی کی ضرورت ہے
نہ کسی نبی کی نہ کتاب کی اسلیے کہ جو قانون الٰہی آپکے ذریعہ سے نازل ہوا وہ مکمل مجموعہ ہے اُن تمام
قوانین کا جو اس سے قبل جاری تھے - زمانہ کی موجودہ حالت اور لوگون کے خیالات اور طبائع اور طرز
معاشرت کی بنا پر اُن قوانین سابقہ مین چند ترمیمات کرکے اور بعض امور ایزاد کرکے اس مجموعہ قانون
آخری کو جسکا نام قرآن پاک ہے بالکل مکمل کردیا ہے بہت بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ہر پیغمبر
انبیاے سابق کی شریعت کو منسوخ کردیتا ہے حضرت امام فخرالدین رازی فرماتے ہین کہ درحقیقت
شریعت جس کا نام ہے اُسمین دو قسم کے احکامات ہین ایک عقلی ایک وضعی - عقلی وہ ہین جو خدا کی
تقدیس اور تنزیہ اور خلق اللہ کی ہدایت کی متعلق ہین جو بحالیہ قائم ہین اور وضعی وہ ہین جسمین
بلحاظ طبائع نوع انسان شریعت کے احکام نافذ کیے گئے ہین - اور ایسے احکامات مین
بوجہ مختلف طبائع اور مختلف خیالات اور بلحاظ موجودہ زمانہ کے تنسیخ اور ترمیم ضروری تھی -
(امام صاحب کی تقریر ختم ہوئی) درحقیقت اگر قوم کی ابتدائی نشو و نما کے زمانہ مین ایسے
احکام نافذ کردیے جاتے جو آخر مین نافذ ہوئے ہین تو اُنکی موجودہ طبیعتون اور خیالات کے لحاظ سے
کسی طرح مناسب نہ تھے - جس طرح والدین اپنے بچہ کو اُسکی ابتدائی نشو و نما کے زمانہ مین غذاے ثقیل
غذاؤن سے پرہیز کراتے ہین اور ہلکی اور زود ہضم غذائین کھلاتے ہین اُسی طریق پر خداوند کریم نے ہر طبقہ اور گروہ کی ابتدائی

نشو و نما کے زمانہ مین اُنکے طبائع اور خیالات کے لحاظ سے بہت ہی سہل اور مناسب احکام نافذ فرمائے اور جیسے جیسے

جیسے ہر گروہ اور طبقہ کی حالت نشو و نما ترقی کرتی گئی اُسکے لحاظ سے احکام مین بھی تغیر ہوتا گیا پس

اس لحاظ سے یہ اخیری قانون الٰہی ہر طرح سے مرتب اور مکمل ہے اور جدید تحقیقات نے اُسکے اصول اور

احکام کی اور بھی توضیح کردی ہے حضرت ختم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی عقلی اور نقلی دلائل

مطول کتابون میں موجود ہین ناظرین اُن سے اطمینان کر سکتے ہین ہم اُس مقام پر ایک عقلی دلیل

ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ اگر ہم نوع انسان اور حیوانات کے طریقہ عمل پر غور کرین تو معلوم ہوگا کہ

قہر و غضب اور رحم و کرم کی

دو متضاد صفتین ہر ذی روح مین موجود ہین۔ انسان مین رحم و کرم کی یہی وہ صفات ہین

کہ بے زبان بچہ کو جو ابھی ابھی پیدا ہوا ہے کس طرح پرورش کراتی ہین اور مامتا بن کر چھاتیون سے

لگا دیتی ہین ایک بکری کا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے اُسکو کس کس طرح اُسکی مان چاٹتی ہے اور

اگر اُسے کوئی اُٹھاتا ہے تو حملہ کرتی ہے۔ اور اپنے سے جدا نہین ہونے دیتی ہے اور یہ حالت اُسکی

اُسوقت تک رہتی ہے۔ کہ جبتک بچہ اس قابل نہین ہوتا ہے کہ آزادی کے ساتھ چرنے لگے

تھوڑے دنون کے بعد جب وہ خود کھانے اور پینے کے لایق ہوجاتا ہے تو اُسکی یہ حالت

ہوجاتی ہے کہ وہ سینگون سے بچہ کو ڈھکیلتی ہے اور لاتین مارتی ہے اور اپنے پاس نہین آنے

دیتی۔ حالانکہ بے کسی کی حالت مین اسی کا رحم و کرم معین پرورش تھا اور دوسرے زمانہ مین قہر و غضب سے تبدیل ہوگیا

جس سے ظاہر ہے کہ یہ دو متضاد صفتیں رحم و کرم قہر و غضب کی گویا ایک ہی شخص میں ہوتی ہیں لیکن
وقت واحد میں انکا ظہور نہیں ہوتا اور دونوں ایک ہی وقت میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ مختلف اوقات میں اسطرح کہ
قہر و غضب کے ظہور کے وقت رحم و کرم ظہور پذیر نہیں ہوتا اور رحم و کرم کے ظہور کے وقت قہر و غضب کا
ظہور نہیں ہوتا۔ قرآن شریف میں خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین
یعنی اے محمد میں نے تمہیں دونوں عالموں کی لیے رحمت مبعوث کیا ہے اور یہ امر تاریخ سے بخوبی
ثابت ہے کہ آپ کے زمانہ میں باوصف اسقدر سرکشی اور نافرمانی کی آپکی قوم پر عذاب الٰہی نازل نہیں ہوا۔
نہ وہ طوفان کے ذریعہ سے تباہ و برباد ہوے اور نہ جھلسا دینے والی آگ اُنپر برسائی گئی۔ نہ
بجلی کی کڑک نے اُنکو موت کا مزا چکھایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مجسم رحمت الٰہی
تھے اس لیے عذاب اور قہر الٰہی آپ کے زمانہ میں نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ایک ہی وقت میں رحم و کرم اور
قہر و غضب کا اجتماع ضدین ناممکن تھا۔ اور چونکہ آپ جسطرح اس عالم کیلئے رحمت محض تھے۔ اسی طرح
آپ عالم آخرت کے لیے بھی رحمت الٰہی ہیں اس عالم میں جو واقعات آپکے وقت میں پیش آئے اُن سے یقینی طور
پر ثابت ہو گیا کہ آپ کا رحمت مجسم ہونا مانع ظہور قہر و غضب ہا اسی طرح ضرور ہے کہ آپکا وجود باجود عالم
آخرت میں بھی مانع قہر و غضب ہے اس عالم کا تجربہ اُس عالم کی امتناع قہر و غضب کے لیے اطمینان بخش دلیل ہے
اور یہ یقینی امر ہے کہ جہاں رحمت خاص کا ظہور ہوگا۔ یعنی حضرت رحمۃ للعالمین موجود ہونگے وہاں بکلام اور مراحم
الٰہی کے سوا صفات متضا کا ظہور نہو گا۔ اور جن لوگوں کو رحمت محض سے تعلق ہوگا۔ وہ قہر و غضب سے محفوظ رہینگے

جو نتیجہ شفاعت سے ہر قسم کے ظہور مین اُسی ظہور کے متعلق مبادیات اور حالات ہوا کرتے ہین ظہور
رحمت کے وقت مین رحمت ہی کے حالات اور مبادیات ہونگے۔ جو شفاعت سے تعبیر کیے جاتے ہین اور
نتیجہ شفاعت امت کلی مغفرت ہے اور مغفرت باعث استخفاظ عذاب ہے اسی وجہ سے
آپ کی امت کو امت مرحومہ کا خطاب ملا ہے جس کا مفہوم مغفورہ ہے۔

معاد و حشر و نشر

اگرچہ ہم اس سے بالکل ناواقف ہین کہ موت کے بعد ہماری روح کہان جائیگی
لیکن حشر اجساد اور معاد سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا اسلیے کہ جدید تحقیقات نے یہ ثابت کردیا ہے
کہ کوئی چیز پیدا ہوکر فنا نہین ہوتی۔ بلکہ دوسری صورت اختیار کرلیتی ہے اور انسان دو چیزون کا
نام ہے جسم اور روح بروے سائنس جسم مادہ ہے اور روح قوت ہے۔ چونکہ سائنس کے رو سے یہ دونون فنا
نہین ہوسکتین۔ اسلیے ضرور ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد کوئی دوسری صورت اختیار کرلین اور اسی کو
ہم انسان کی دوسری زندگی کہتے ہین حشر و اجساد کی زندگی بھی اسی قسم کی ہے جن کے متعلق
باری تعالی نے ارشاد فرمایا ہے یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجاً یعنی جس دن ترم پھونکا جائیگا
پس فوج کی فوج لوگ چلے آئینگے۔ لیکن یہ امر درحقیقت بحث طلب ہے اور اُسکے متعلق کوئی نص
صریح نہین ہے کہ قیامت مین خداوند کریم اسی جسم کو دوبارہ زندہ کریگا اور اسی مین روح پڑیگی۔ ہمارے یہان
کے متکلمین نے اعادہ معدوم کو جائز قرار دیکر اس مبحث پر خوب خوب نکتہ فیان کی ہین اور خاصکر امام فخر الدین
رازی کی بحث قابل دید ہے۔ یہان بوجہ طوالت مضمون ہم لکھنے سے معذور ہین لیکن مولانا روم نے نہایت

عمدہ تمثیلون اور تشبیہات کے ذریعہ سے اسکو سمجھایا ہے۔ مولانا صاحب فرماتے ہین کہ جب انسان پہلے جماد تھا اور درجہ بدرجہ ترقی کرنے کے بعد حیوانیت کے درجہ تک پہونچا اور اُسکے بعد ملکوتیت کے تو کیا عجب ہے کہ فنا ہو کر اُس سے بہتر حالت پیدا ہو اور جب کہ اُس نے ادنیٰ درجہ سے یہانتک ترقی کی ہے تو ضرور ہے کہ اُس حالت سے بھی اُسکو ترقی ہو۔ عمر خیام نے ایک رباعی مین انکار کیا تھا کہ انسان گھاس نہین ہے کہ کاٹ ڈالی جائے اور اُگ آئے مولانا نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ

کدام دانہ فرو رفت در زمین کہ نہ رُست ۔۔۔ چرا بدانہ انسانت این گمان باشد

حساب و کتاب جنت و دوزخ حساب و کتاب جنت و دوزخ کے متعلق عقلی دلائل سے مذہب اسلام نے اسکو ثابت کیا ہے اور اکثر مقامات مین قرآن شریف کے بہشت اور دوزخ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور بہت تفصیل کے ساتھ مبسوط کتابون مین موجود ہے درحقیقت بہت سی باتین خداوند کریم نے تشبیہات اور استعارات کے ذریعہ سے سمجھائی ہین ایک مقام پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ہمارے افعال کے ہمارے ہی اعضا گواہی دینگے درحقیقت اس سے مراد زبان حال ہے نہ زبان قال۔ اسلیے کہ کلام الٰہی مین خداوند کریم کا یہ ارشاد کہ شجر و حجر ہماری تقدیس و تسبیح پڑھتے ہین اُس سے بھی یہی مراد ہے کہ اُنکا وجود اور پیدایش زبان حال سے خداوند کریم کے اعلیٰ قدرت کی شاہد ہے نہ زبان قال سے اور یہی اُنکی تسبیح ہے۔ اسکے علاوہ

اس سے زیادہ واضح مثال اسکی یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا جسم بوجہ اُسکی بداعمالی کے بگڑ جائے تو
درحقیقت اُسکا جسم زبان حال سے اُس شخص کی بداعمالی کی شہادت ہوگی نہ زبان قال سے جس طرح
خوشبو سے روح کو تازگی اور بدبو سے نفرت ہوتی ہے اُسی طرح جن لوگون نے اس عالم مین نیک اعمال
کیے ہین اور اپنی اخلاقی حالت کو درست رکھا ہے اُس عالم مین اُنکے روحون پر خوشی اور انبساط کی
حالت طاری ہوگی اور اُنکو اعلی مدارج عطا کیے جائینگے جسکا تصور بھی نہین ہوسکتا اور جن لوگون نے
بُرے اعمال کیے ہین اُنکی روحون پر پژمردگی اور اضمحلال کی حالت طاری ہوگی اور ایسی سزا دیجائیگی
جسکا خیال بھی نہین ہوسکتا - اور یہی حالت اُنکے گزشتہ اعمال کی زبان حال سے شاہد ہوگی
لیکن یہ امر غور طلب ہے کہ قیامت تک ہماری روح کہان اور کس حالت مین رہے گی - گو اہل ہنود
کے مسئلہ تناسخ کے لحاظ سے - تو پھر وہ روح کسی جسم مین بلحاظ اعمال حلول کرکے اس عالم مین
واپس آئے گی - لیکن درحقیقت مسئلہ تناسخ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکی غلطی کا بعض ذیعقل
اور جدید تعلیم یافتہ حضرات نے اعتراف کرلیا ہے - اُس سے قطع نظر اگر ہم غور کرین تو معلوم ہوتا ہے
کہ بلحاظ اعمال وہ روح بعد انتقال تا قیامت جزا و سزا کی حالت مین رہیگی اور اس جزا و سزا کی بعینہ وہی حالت
ہے کہ اگر کسی شخص نے سرقہ کیا اور اثنائے سرقہ مین بوقت فرار وہ کسی دیوار سے گر پڑا اور اُسکے پیر کو سخت
صدمہ پہونچا اور لنگڑا ہوگیا - تو بوقت انفصال مقدمہ حاکم عدالت اُسکو اس اذیت اور تکلیف کے پہونچ جانے
سے قانونی سزا سے بچا نہین سکتا اسلیے کہ لنگڑا ہوجانا اُسکی بداعمالی کی ایک ضمنی سزا ہے - پس عذاب قبر

ایک ضمنی سزا ہوگی جو گنہگار کی بداعمالی کا ضمنی نتیجہ ہے اور حقیقی سزا جو قیامت مین دیجائیگی وہ اسکے علاوہ ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی عمدہ اور نیک کام کیا ہے اور اُس سے حاکم عدالت خوش ہوا۔ اور اُسکو اعلےٰ مناسب اور مدارج عطا کیے تو درحقیقت اُسکی مثال قیامت کی جزا ہے۔ اور نیک اور عمدہ کام کی وجہ سے جو ضمنی مسرت اور فرحت اُسکے دل کو ہوئی ہے اُس سے اُن مناسب اور مدارج مین کمی نہو جائے گی اور یہ خوشی اور راحت قبر کی ضمنی جزا تصور کیجائے گی۔ عبادت کے متعلق اسلام نے جس اصول کی پابندی کی ہے وہ درحقیقت کسی مذہب مین نہین پایا جاتا عبادت سے مراد صرف نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ نہین بلکہ مجموعی طور پر انسان کے جسقدر فرائض زندگی ہین سب عبادت مین شامل ہین اُسکی توضیح ہم اس سے قبل ہی کر چکے ہین باریتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے من جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین یعنی جو شخص تکلیف اُٹھاتا ہے اپنے لیے اُٹھاتا ہے۔ خدا اُس سے بے نیاز ہے۔ عبادت سے انسان کو خود فائدہ پہونچتا ہے۔ اور خدا کو اُس سے کوئی غرض نہین جیسا کہ ارشاد ہوا ہے من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیھا یعنی جو اچھا عمل کرتا ہے اپنے لیے کرتا ہے اور جو بُرا کرتا ہے اپنے لیے کرتا ہے

نماز نماز کی نسبت ارشاد ہوا ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر یعنی نماز فحش اور لغویات سے انسان کو روکتی ہے۔ اسمین شک نہین کہ اگر خلوص اور صداقت قلب کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو بیشک انسان فحش اور لغویات سے بچ سکتا ہے

نماز مین بہت بڑی چیز طہارت ہے جس طریق پر ہم کو وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ درحقیقت نہایت عقلی اصول پر مبنی ہے باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلو وجوھکم و ایدیکم الی المرافق و امسحو برءوسکم و ارجلکم الی الکعبین یعنی مسلمانو جب نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے مُنھ دھولیا کرو اور کہنیون تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنون تک اپنے پیر دھولیا کرو جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہنیون تک ہاتھ کا دھونا اور سر کا مسح کرنا اور ٹخنون تک پیر کا دھونا اور مُنھ کا دھونا فرض کیا گیا ہے لیکن ان فرائض کی ادائی کے قبل آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین تین بار اپنے ہاتھون کو دھو اور ناک اور مُنھ مین پانی ڈالو جس کا منشا یہ ہے کہ ہاتھ دھونے سے پانی کے رنگ کی کیفیت دریافت ہو جاتی ہے کہ آیا پانی صاف و سُتھرا ہے کثیف اور گندلا تو نہین ہے اُسکے بعد کُلّی کرنے سے اُسکے مزے کی کیفیت دریافت ہوتی ہے اور ناک مین پانی ڈالنے سے اُسکے بو کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ پس ان سب باتون سے جب پانی صاف اور ستھرا ہو تو احکام فرائض کے بجالانے کا حکم ہے نماز مین ہاتھ اُٹھا کر کانون تک ہاتھ لیجانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بجز خدا کے دوسرا خیال نماز مین نہ آنے پائیگا اور نمازی اپنی زبان کے علاوہ اپنے اعضا اور جوارح کی حرکت سے بذریعہ رکوع و سجود خدا کی عظمت و بزرگی کا اور اپنے عجز و عاجزی کا اعتراف کرتا ہے گویا وہ ہمہ تن خدا کی بندگی مین مستغرق ہے پس اس سے بڑھ کر خدا کی عبادت کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے۔ اگرچہ قریب قریب ہر مذہب مین توحید پائی جاتی ہے۔ لیکن طریقہ عبادت

مختلف ہے جیساکہ ارشاد ہوا ہے لکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ الی آخرہ - یعنی ہر امت کے
طریقۂ عبادت جدا جدا ہین اور وہ اُسپر چلتے ہین اُسکے بعد ارشاد ہوا ہے کہ اے محمد تم سیدہے راستہ پر
ہو - اور واقعی جو سہل الاصول طریقۂ عبادت آلٰہی کا اسلام مین ہے کسی مذہب مین نہین پایا جاتا
اگرچہ مقام ایک ہی ہے جہان سب مذہب کے لوگ جانا چاہتے ہین لیکن اہل اسلام اور دیگر مذاہب
مین سیدہے اور پیچ دار راستہ کا فرق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ پیچ دار راستہ مین کن کن مشکلات کا سامنا
ہوتا ہے اور کیسے کیسے مصائب برداشت کرنا پڑتے ہین اور بعض اوقات انسان بہٹک جاتا ہے
لیکن سیدہے راستہ مین نہ بہٹکنے کا اندیشہ ہے نہ مشکلات اور مصائب برداشت کرنا پڑتے ہین
اُسکے علاوہ پانچ وقت کی نماز کا تعین جسکی صراحت مختلف مقامات مین کلام آلٰہی مین موجود ہے
اس امر کی تعلیم ہے کہ انسان اپنا ہر کام پابندی وقت کے ساتھ انجام دے خداوند کریم کا ارشاد ہے
الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا یعنی نماز پابندی وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے
جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ برقی قوت انسان کے عضو عضو مین موجود ہے اور اُسکے
اخراج کے تین راستے ظاہر کیے گئے ہین - آنکھ - مونھ - ہاتھ سے برقی قوت ہر وقت خارج
ہوتی رہتی ہے اور یہی قوت سچی عبادت سے اسقدر تیز اور قوی ہوجاتی ہے کہ قوت
نظریہ سے ہم ہر شخص کو مسخر کر سکتے ہین - اور اُس ذات واجب الوجود کی لامتناہی قدرت
خیال اور تصور کے ذریعہ سے ہر وقت ہماری نظر مین قایم رہ سکتی ہے اور قوت ذائقہ اور

لامسہ اسقدر تیز ہو جاتی ہے کہ اگر بیماروں کو ہم ہاتھ لگادین یا اپر کچھ دم کردین تو صحت ہو سکتی
ہے۔ ہمارے طریقہ عبادت مین ان تینون قوتون کا لحاظ رکھا گیا ہے جب ہم عبادت کرتے ہین
تو ہماری آنکھ کے سامنے اُس خدائے ذوالجلال کی عظمت اور بزرگی کی تصویر تصور کے ذریعہ سے
قائم ہو جاتی ہے اسوجہ سے ہماری قوت نظریہ ترقی کرتی ہے اور ہمارے جسم و زبان کی حرکت سے
قوت لامسہ اور قوت ذائقہ کو ترقی ہوتی ہے کسی چیز پر پھونکنے اور دم کرنے کے متعلق آج کل جدید
تعلیم یافتہ حضرات اعتراض کرتے ہین لیکن اسکا بھی اصول وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے اور تعویذات
کے متعلق صرف اسقدر لکھ دینا کافی ہے کہ ایک جداگانہ علم ہے۔ جو علم الاسماء والحروف کے
نام سے موسوم ہے۔ اس علم مین علامہ بونی اور ابن عربی کی متعدد تصانیف ہین انماط۔ کتاب النعائط
اور شمس المعارف اس علم مین تدوین ہوئی ہین۔ جس طرح ہر کام کی کامیابی کے لیے دعا اور
دوا ایک تدبیر ہوا کرتی ہے اسیطرح تعویذات کا پاس رکھنا بھی مثل ایک تدبیر کے ہے اور اُسکا
منشا یہ ہے کہ جس ضرورت سے تعویذ پاس رکھا گیا ہے یا مریض کے باندھا گیا ہے۔ اُسکا خیال و تصور
قائم رہے اور درحقیقت ان سب امور مین پہلے خیال اور تصور کی بہت ضرورت ہے جسکی بنیاد اعتقاد
ہے اور جسکی تفصیل قبل ازین کیجا چکی ہے اور یہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر کام کی
انجام دہی مین طبیعت مین ایک قسم کی قوت پیدا ہو جاتی ہے جو قوت ارادے کو مضبوط اور
مستحکم کردیتی ہے اور اُسوقت وہ کام نہایت توجہ اور کوشش اور سرگرمی سے انجام پاتا ہے

اور اُسکا نتیجہ کامیابی ہوتا ہے چنانچہ ملّا نظام الدین فلسفی نے حکیمانہ اصول پر لکھا ہی کہ انسان مین
خداوند کریم نے ایسی قوتین رکھی ہین کہ اگر انسان ان قوتون کو عمل مین لائے تو عجائب اور غرائب کا موجد
ہوسکتا ہے منجملہ اور قوتون کے انسان مین ایک قوت ارادی مصور ہی اگر انسان اُسکے ذریعہ سے روزانہ
کام لیتا رہے تو جس چیز کا ارادہ کریگا خداوند کریم ضرور کامیابی عطا فرمائیگا۔ مگر ارادہ اسطرح کا ہو کہ
کبھی اُس سے باز نہ رہے اور ہر وقت مطلوب کی دُہن اور فکر مین رہے اگر ارادہ مین پورا مشغول نہوگا تو کامیابی
نہوگی اور یہی وجہ کسی مقصد کے حصول مین وظیفہ پڑھنے اور تعویذ رکھنے کے ہین تا کہ قوت ارادی
مصورہ مستقل طور پر ہر وقت قائم رہے اور وہ قوت فنائی لمطلوب ہوجائے اُسکے بعد یقیناً کامیابی ہے
ہم نے اس سے متعلق جو کچھ اوپر لکھا ہی اُسکی تائید ملا صاحب کی اس تحریر سے ہوتی ہی لیکن یہ طریقہ عام
لوگون کے سمجھانے کے لیے بحالت موجودہ بالکل کافی ہی لیکن جن لوگون نے محنت اور مشقت یعنی ریاضت
اور مجاہدہ سے اپنی روحانی قوت کو اعلیٰ درجہ تک پہونچا لیا ہے تو محض انکا خیال اور توجہ ہر مقصد مین کامیابی کا
باعث ہوتا ہی اگر لفظ آدم یا اللہ یا گاڈ یا جوہوا یا جود یا لارڈ کا خیال اور تصور سچے اعتقاد کے
ساتھ قائم کیا جائے اور اُسکو ہر وقت حاضر و ناظر بصفات سمجھا جائے تو انسان ہر بُرائی سے بچ سکتا ہے
اور ہر مقصد مین کامیاب ہوسکتا ہی اور اسلام جسکو دوسرے الفاظ مین تصوف کہہ سکتے ہین اُسکی تعلیم کا
اعلیٰ ترین مقصد یہی ہی اور نماز کی پنج وقتہ عملی تعلیم اسی اصول پر مبنی ہی تا کہ انسان اُس احکم الحاکمین کے
خیال و تصور سے کسی وقت غافل نہونے پائے اور اُسکا تصور اور خیال ہر وقت قائم رہے اور

اور انھین مقاصد کے حصول کے لیے کلام آلہی مین مختلف پیرایہ مین سمجھایا گیا ہی۔ اگر کلام آلہی کے معنی او
مطالب پر غور کیا جائے تو بہت سے انکشافات ہو سکتے ہین اور جدید تحقیقات نے کلام آلہی کی اور بھی توضیح کر دی ہے
اور جسقدر تحقیقات بڑھتی جائیگی کلام آلہی کے معنی اور مطالب حل ہوتے جائینگے۔ اگرچہ عرصہ تک زمین کے کروی الشکل
ہونے کے متعلق علما مین اختلاف رہا اور عیسائیون مین تو یہ عقیدہ خلاف انجیل سمجھا جاتا تھا اور اُسکے
قائل کو سخت سزا دیجاتی تھی چنانچہ ۱۴۹۱ء مین کولمبس نے شاہ اسپین کے سامنے جب اپنا یہ خیال ظاہر کیا
تو عیسائی علما نے اس سے سخت اختلاف کیا اور مضحکہ اوڑایا لیکن ہمارے کلام آلہی مین تیرہ سو برس سے
اسکی پیشین گوئی موجود ہے۔ اور وہ آیت شریف یہ ہی رب المشارق والمغارب۔ جب ہم اس امر پر
غور کرتے ہین کہ اس نصف کرۂ ارض مین تو چار اسمات ہین۔ شمال۔ جنوب۔ مشرق۔ مغرب۔ لیکن
خداوند کریم نے مشرق اور مغرب کو صیغہ جمع مین کیون استعمال فرمایا ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم صرف
اسی نصف کرۂ ارض کے مشرق اور مغرب کا مالک نہین ہے بلکہ اُس دوسرے نصف حصہ کرۂ ارض کے مشرق اور
مغرب کا بھی مالک ہے جہان اسی طریق پر چار اسمات ہین جس سے مراد نئی دنیا ہی چونکہ شمال اور جنوب دونون
حصہ کرۂ ارض کے ایک ہی ہین لیکن مشرق اور مغرب مختلف ہین یعنی ایک حصہ کرۂ ارض مین جہان سے آفتاب
طلوع ہوتا ہی۔ دوسرے حصہ کرۂ ارض مین اُدہر آفتاب غروب ہوتا ہے اور اسی طرح ایک حصہ کرۂ ارض
مین جہان آفتاب غروب ہوتا ہی دوسرے حصہ مین اُس طرف آفتاب طلوع ہوتا ہی اسلیے مشرق اور
مغرب کے اسمات کو بصیغہ جمع استعمال فرمایا گیا ہے اور یہی دلیل زمین کی کروی الشکل ہونے کی ہے

ہر حال کلام الٰہی کے احکامات خواہ عبادات سے متعلق ہون خواہ معاملات سے خواہ عقائد سے خواہ
اخلاق سے سب عقل پر مبنی ہین اور جنکی سمجھ مین نہ آئے یہ اُنکی عقل کا قصور ہے۔ بار تیعالی نے ارشاد فرمایا ہے
لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر یعنی ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے یاد کرنے کے لیے
پس اُسکا کوئی سمجھنے والا ہے۔ اُسکے بعد ارشاد ہوا لھم قلوب لا یفقھون بھا لھم اعین لا یبصرون
بھا لھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون یعنی اُنکے دل
تو ہین مگر اُنسے سمجھنے کا کام نہین لیتے اُنکے آنکھین تو ہین لیکن اُنسے دیکھنے کا کام نہین لیتے
اُنکے کان تو ہین لیکن اُنسے سُننے کا کام نہین لیتے۔ غرض یہ لوگ چارپایون کے مانند
ہین بلکہ اُنسے بھی بدتر ہین اور یہی لوگ ہین جو دین سے بے خبر ہین۔

روزہ جس طریق پر اہل اسلام مین روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ وہ درحقیقت طِبّاً فوائد پر مبنی ہے۔ اگر انسان
بحال ہین ایکماہ تمام دن کچھ نہ کھائے اور شب کو کھائے تو اسکی صحت پر مفید اثر پڑتا ہے لیکن اس طریق
پر کھانا اور روزہ رکھنا جیسا کہ ان دنون عام طور پر دستور ہے۔ بجاے مفید اثر کے صحت پر مضر اثر پیدا کرتا ہے
درحقیقت ہمارے بیان کے روزہ مین ایکطرح کی یہ بھی تعلیم مضمر ہے کہ روزہ دار فاقہ کش اور فقیر اور محتاج
کی مصیبت کا خوب اندازہ کر سکتا ہے اور ہمکو اُسکے رفع تکلیف اور امداد کی ہمت ہوتی ہے۔ بار تیعالی نے
ارشاد فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون یعنی اے
مسلمانون جس طرح تم سے پہلے لوگون پر روزہ فرض کیا گیا تھا تم پر بھی فرض کیا گیا ہے۔ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ

حج اگرچہ نماز جمعہ اور نماز عید مین ہم محلہ اور شہر کے مسلمانون سے ملتے ہین لیکن روئے زمین کے
مسلمانون سے ملاقات اور اُن سے الفت اور محبت بڑہانے کا موقع صرف حج مین ملتا ہے۔ جسکے فوائد
تمدنی اور معاشرتی ظاہر ہین خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ واذن فی الناس بالحج یاتوک
رجالاً وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم۔ یعنی لوگون کو حج کے لیے پکار دو
کہ لوگ دوڑتے چلے آئین کچھ تو پیادہ پا اور کچھ دبلے سواریون پر جو راہ دور دراز سے آئے ہونگے
اور اس خبر سے وہ اپنے فائدہ کی جگہہ آموجود ہون۔ درحقیقت حج سے صرف یہی فائدہ نہین ہے
کہ ہم کو ثواب ملتا ہے اور اُس سرزمین کے دیکھنے کا موقع ملتا ہے جہان سے اسلامی شعاعین
چمکین اور اُنھون نے مشرق سے مغرب تک شور کردیا۔ بلکہ بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ دوسرے
ممالک کے لوگون سے ملتے ہین اور تجارتی فوائد حاصل کرتے ہین اور اُن لوگون کے
رسم و رواج اور طریقۂ بود و باش اور لباس اور زبان سے واقفیت پیدا ہوتی ہے
اور اس دنیا کے دنگل مین ہمکو بھی اپنی تقدیر آزمانے کا موقع ملتا ہے۔

زکوٰۃ اسلام مین زکوٰۃ جس اصول پر مبنی ہے اور جس قدر احکام زکوٰۃ کے متعلق
نافذ ہوے ہین وہ محتاج بیان نہین باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ و
اتوالزکوٰۃ۔ یعنی نماز کو قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اُسکے بعد ارشاد ہوا۔ لن تنالوا البر
حتی تنفقوا مما تحبون۔ یعنی ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کے درجہ تک تاآنکہ اُس چیز سے خرچ نہ کرو

جس سے تم کو محبت ہے سائل کو جھڑکینے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ واما السائل فلا تنھر

یعنی سائل کو مت جھڑکو۔ زکواۃ کی مقدار یہ ہے کہ جسکے پاس دو سو درہم یعنی باون روپیہ

کلدار رہوں اور پورا برس گزر جائے تو اُسکا چالیسواں حصہ یعنی ایک روپیہ پانچ آنے زکواۃ دینی چاہیے

خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کسی کو کچھ دے کر احسان مت رکھو۔ یا ایھا الذین امنو لا

تبطلوا صدقاتکم بالمن ۔ اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتانے سے اکارت مت کرو

ان دنوں جو خراب طریقہ اہل اسلام مین خیرات کا جاری ہے اُس سے سخت مضر اثرات

قوم پر پڑ رہے ہین جن مواقع پر خیرات کا حکم ہے اُن مواقع پر خیرات نہین دیجاتی ہے بلکہ

سیکڑون روپیہ بلا ضرورت بموقع ان لوگون کو دیدیا جاتا ہے جنکا پیشہ گداگری ہے اور

جنکو درحقیقت اسکی ضرورت نہین ہے اور جنکو ضرورت ہے اُنکو کوئی نہین پوچھتا۔ اگر آج اہل

اسلام احکام الٰہی کی پابندی کرتے اور کوئی اسلامی فنڈ قائم کر کے اُسمین زکواۃ کی رقم

سالانہ داخل کرتے رہتے تو آج متعدد اسلامی مدرسہ وغیرہ قائم ہو گئے ہوتے اور

فراہمی چندہ کے لیے سالانہ ڈیپوٹیشن اہل اسلام کو پریشان نہ کرتے رہتے۔ مگر افسوس

یہ ہے کہ احکام الٰہی کی پابندی نہ کرنے سے ہماری قوم موجودہ حالت تک پہونچ گئی ہو۔

باینہمہ عبرت نہین ہے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشرۃ

امثالھا یعنی جو قیامت کے دن ایک نیکی لائیگا اُسکا دس گنا ثواب پائے گا۔

مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم نے اسی مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے۔ یہ چندے پھر آخر کو واپس ملینگے
وہان چل کے ایک اک کے دس دس ملینگے۔ حقیقت مین انسان کے دل مین کسی چیز کی رغبت
دلانے کا اور اسکو متاثر کرنے کا نظم سے بڑھکر کوئی ذریعہ نہین ہے باریتعالی کے اس ارشاد
کو بھی مثل الذین ینفقون اموالھم کمثل حبۃ انبتت ۔ الی آخرہ یعنی جو لوگ اپنا مال خدا کی
راہ مین خرچ کرتے ہین اُنکے خیرات کی مثال اس دانہ کی ہے کہ جن سے سات بالین پیدا ہون اور
ہر بالی مین سو دانے برکت دیتا ہے اللہ جسکو چاہتا ہے اور وہ بڑی گنجائش والا ہے
مولوی صاحب نے نظم کیا ہے اگر اس سے بڑھکر کسی کو ہوکا ہے تو قرآن مین وعدہ ہے
سات سو کا۔ بہرحال جن مصالح اور دوراندیشی کی بنا پر ہمارے یہان کے احکام زکوٰۃ نافذ ہین
اُنکی تعمیل مین لاپروائی سخت خطرناک ہے خداوند کریم غافلون پر رحم فرماکر انکی غفلت رفع فرمادے
اگرچہ اخلاق کا بہت بڑا حصہ معرض تحریر مین آچکا ہے اور اخلاق کی درستی درحقیقت علم
تصوف پر منحصر ہے اور اسکے کسی حصہ مین ہم اُسوقت تک کامل نہین ہوسکتے ہین تاوقتیکہ علم تصوف حاصل نکرین

صداقت و دیانت

صداقت و دیانت داری کے متعلق کثرت سے احکام الٰہی اور احادیث
موجود ہین جس کا تقویٰ کی توضیح مین ذکر آچکا ہے۔ صداقت و دیانت تقویٰ عوام
ہے۔ باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
یعنی مسلمانون خدا کے غضب سے ڈرو اور سچ بولنے والون کے ساتھ رہو اور دیانت کے

متعلق ارشاد ہوا۔ ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل یعنی مسلمانون اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت رکھنے والون کی امانتین جب مانگین اُنکے حوالے کردیا کرو اور جب لوگونکے باہمی جھگڑے فیصل کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

شجاعت شجاعت بھی اخلاق کا ایک شعبہ ہے اور اخلاق کے روسے شجاعت کے معنی یہ ہین کہ قوت غضبی کو اعتدال پر قائم رکھنا۔ اگر انسان ذرہ برابر بھی اعتدال سے تجاوز کر گیا تو گویا اخلاقی حالت سے بہت دور ہٹ جاتا ہے اور معصیت الٰہی مین گرفتار ہوجاتا ہے غصہ کو اپنے قابو مین رکھنا اور اُسکو اعتدال کے ساتھ کام مین لانا یہی بہت بڑی فضیلت ہے اور درحقیقت اسی کو شجاعت کہتے ہین۔ ہم بوجہ طوالت مضمون اسکے متعلق کلام الٰہی کی آیات کا حوالہ دینے سے معذور ہین۔

صبر صبر ایک ایسی چیز ہے جسکے اختیار کرنے سے انسان کے تفکرات دور ہوجاتے ہین۔ اور اگر انسان مصائب پر مصائب اور تکلیفین صبر سے برداشت کرتا ہے تو مصائب اُسپر آسان ہوجاتے ہین۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے (رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج۔ مشکلین اتنی پڑین مجھپر کہ آسان ہوگئین) باری تعالی نے ارشاد فرمایا ہے یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔ یعنی اے مسلمانون! اگر تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو اُسکے مقابلہ کے لیے (صبر اور نماز سے

مدد لو بیشک اللہ صبر کرنے والون کا ساتھی ہے۔

توکل توکل کی اصل فلاسفی ہم نے اس سے قبل لکھی ہے۔ توکل کے یہ معنی نہین ہین کہ انسان ہاتھ پیر توڑ کر دوسرون کے بھروسہ اور امداد پر بیٹھ جائے۔ بلکہ توکل درحقیقت اہل صوفیہ کی ایک صفت خاص ہے بارتیعالی نے ارشاد فرمایا ہے (ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ) یعنی جس شخص نے اللہ پر بھروسا کیا خدا اُسکے واسطے کافی ہے اسکی توضیح تفصیلی طور پر تصوف کے مضمون مین لکھی گئی ہے۔

تسلیم و رضا تسلیم و رضا کے متعلق متعدد احکامات ہین درحقیقت خدا کے احکام کی بے چون وچرا پابندی کرنا بہت بڑی فضیلت ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے (فان حاجوک فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن) یعنی جو لوگ تجھ سے جھگڑا کرین تو تو کہہ کہ مین نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کردیا ہے اور پھر ارشاد ہوا (بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند اللہ) جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کردیا وہ نیکوکار بھی ہے اور اُسکے لیے خدا کے یہان اجر بھی موجود ہے۔

حیا و عفت اُس رنج و تکلیف و شرم و حجاب کو کہتے ہین جو ایک شخص کو اُسکے عیوب کسی دوسرے پر ظاہر ہو جانے سے برداشت کرنا پڑتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے (الحیاء من الایمان) یعنی حیا ایمان کی شاخ ہے درحقیقت حیا اور عفت نہ صرف فرقۂ اناث کے لیے مخصوص ہے۔ بلکہ اُسمین ذکور اور اناث دونون کا برابر حصہ ہے مگر ہم دیکھتے ہین کہ آن دنون یہ لفظ فرقہ اناث کے لیے مخصوص کیا گیا ہے اور فرقۂ ذکور اُس سے بالکل علحدہ رکھا گیا ہے

اگر عورت مین حیا اور عفت نہین ہے اور مبتذل باتون مین مبتلا ہے اور اُسنے اپنی عصمت کو خراب کر دیا ہے تو وہ بمقابلہ مرد کے زیادہ مورد ملامت قرار پاتی ہے اور اگر اُنھین مکروہات مین فرقہ ذکور مبتلا ہے تو اُس سے باز پُرس نہین ہوتی اور مورد ملامت نہین قرار پاتا۔ یہ امور ہم لوگون کی نافہمی پر دلالت کرتے ہین۔ انصاف یہ ہے کہ جس طرح فرقہ اناث کے لیے حیا و عفت ضروری ہے۔ اُسی طرح فرقہ ذکور کے لیے بھی ضروری ہے۔

ایفاے عہد | اسلام مین ایفاء عہد کی سخت تاکید کی گئی ہے اور نقض عہد مین مورد عتاب الٰہی قرار دیا گیا ہے اور حقیقت مین اخلاق کے رو سے بھی یہ جائز نہین ہے کہ ایک شخص سے عہد کیا جائے اور اُسکے ایفاء سے گریز کیا جائے باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہے (الذین ینقضون من بعد میثاقہ.... الی آخرہ یعنی جو پکا قول و قرار کئے بعد خدا کا عہد توڑتے ہین اور جن تعلقات کے جوڑے رکھنے کو خدا نے فرمایا ہے اُنکو توڑتے ہین اور ملک مین فساد پھیلاتے ہین یہی لوگ آخر مین نقصان اُٹھاوینگے اور اُسکے بعد ارشاد ہوا کہ (اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا) یعنے عہد کو پورا کرو کیونکہ قیامت مین عہد کی بازپرس ہوگی۔ لوگون مین باہمی قول و قرار اور عہد و پیمان اور قسما قسمی ہوا کرتی ہے۔ اسلیے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے (و اوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا) یعنی جب تم آپسمین قول و قرار کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو اور قسمون کو اُنکے پکا کیے پیچھے نہ توڑو۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ (یا ایھا الذین

امنوا اوفوا بالعقود) یعنی اے ایمان والو اپنے عقد کو پورا کرو۔ ان آیات سے ثابت ہے کہ جو شخص اسلام کے احکام اور اُسکی تاریخ کا بغور مطالعہ کریگا تو اُسکو ثابت ہو جائیگا کہ مسلمان ایسے لوگ ہین جو حفظ عہد و صدق نیت مین ضرب المثل ہین۔

تجارت تجارت اہل اسلام مین بہت بڑا ذریعہ حصول معاش کا قرار دیا گیا ہے اسکے متعلق اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے اوفوا الکیل والمیزان بالقسط یعنی انصاف کے ساتھ پوری تول اور ناپ کرو اور اسکے بعد ارشاد ہوا والسماء رفعھا ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان، اُس نے آسمان کو اونچا کیا اور ترازو بنادی تاکہ لوگ حد اعتدال سے تجاوز نہ کرین اور انصاف کے ساتھ تول تولین قرض اور داد وستد کے متعلق ارشاد ہوا کہ (یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین..... الی آخرہ) یعنی مسلمانو۔ جب تم ایک میعاد مقررہ تک اودھار کا لین دین کرو تو اُسکو لکھ لیا کرو اور اگر تم کو لکھنا نہ آوے تو تمھارے باہمی قرار داد تمھارے درمیان مین کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھدے اور لکھنے والے کو انکار نہ کرنا چاہیے۔

مسلمانون مین باہمی نفاق اور لڑائی اور جھگڑے اس وجہ سے پیش آتے ہین کہ اُنھون نے ایسے واضح اور صریح احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ کوئی صاحب قرآن کی ترتیب مین نقص بتاتے ہین کوئی صاحب یہ اعتراض کرتے ہین کہ موجودہ زمانہ مین اُسکے احکام منطبق نہین ہو سکتے۔ لہذا ناقابل عمل ہین پس مسلمانون کی یہ حالت ہے اور اُنھون نے خود اپنے گھر مین آگ لگا رکھی ہے تو دوسرون سے امداد قابل شرم ہے۔

وراثت وراثت کی ترتیب جس اصول پر اور جس طریق پر اسلام نے قرار دی ہے اُسکو غیر اقوام بھی تسلیم کرتی ہین مگر افسوس یہ ہے کہ خود اہل اسلام اسپر معترض ہین اور موجودہ تعین حصص اور ترتیب قابل صلاح قرار دیتے ہین اُنکا خیال یہ ہے کہ موجودہ احکام وراثت سے مسلمانون کی جائدادین تباہ اور برباد ہو رہی ہین اور ان مسائل کی بناء پر زمینداریون اور تعلقداریون کے حصص ہو رہے ہین اور مسلمانون کی املاک کی تجزی ہوتی جاتی ہے درحقیقت جو احکام سہام شرعی کے متعلق ہین وہ نہایت اعلیٰ اصول پر مبنی ہین۔ خداوند کریم کی کسی آیت سے اسکا استنباط کرنا مشکل ہے۔ کہ ترکہ کی تقسیم جائز قرار دیگئی ہے۔ بلکہ کلام الٰہی مین ہر وارث کے حصص شرعی کا تعین کر دیا گیا ہے اور اُن حصص کے لحاظ سے ہر وارث شرعی جائداد سے منافعہ حاصل کر سکتا ہے اور اُس سے تمتع اُٹھا سکتا ہے اور یہ حکم نہین ہے کہ جائداد کی تجزی کر ڈالی جائے۔ اہل اسلام نے محض اپنی نا اتفاقی کی بدولت ایک مجتمعہ متروکہ کو تقسیم کر کے اپنی اجتماعی قوت کو خود نقصان پہونچایا ہے۔ درحقیقت ورثائے متروکہ مثل ایک کمپنی کے ہین جو کم و بیش اُسکے حصہ دار ہین اور کمپنی کا سرمایہ متروکہ جائداد ہے جس طرح ایک بڑی کمپنی سے اُسکے حصہ دار بقدر اپنے حصص کے منافع پاتے ہین اُسی طریق پر اس متروکہ کمپنی کے سرمایہ کے منافع سے ہر شرعی حصہ دار منافع پا سکتا ہے۔ پس کون عاقل ان اصولی احکامات سے اختلاف کر سکتا ہے۔ اسکے علاوہ توریث کے احکامات اُسوقت جاری ہونگے جبتک مورث کے

قرضہ کی ادائی اور وصیت کی تعمیل ہو لے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین
یعنی یہ حصہ میت کی وصیت کی تعمیل اور ادائی قرضہ کے بعد ملکیت قرار پاوینگے۔ اہل اسلام
مین قانون شفع ایک اصولی قانون ہے اور اُسکا تتبع دیگر اقوام بھی کر رہی ہین۔ اور اس مبرز قوم کے
جسکے سایہ عاطفت مین ہم باطمینان بآرام مذہبی احکام بجا لا رہے ہین ایک خاص قانون نافذ کیا ہے
وراثت کے متعلق اس کثرت سے تفصیلی احکامات ہین کہ اُنکا حوالہ دینا بوجہ اندیشۂ طوالت مضمون
غیر ضروری ہے۔ اور ہم ناظرین کو سورۂ النساء کا حوالہ دیتے ہین:

نکاح اس عالم مین انسان کو ایک دوسرے کے ساتھ جتنے تعلقات ہین انہین زن و
شوہر کا تعلق بھی بہت بڑا تعلق ہے اور یہ تعلق نکاح پر منحصر ہے جو درحقیقت بقول
نذیر احمد خان صاحب مرحوم کے ایک قسم کا معاہدہ ہوتا ہے اور بیع و شرع سے بہت ملتا جلتا
ہے جسمین مرد بائع قرار دیا جا سکتا ہے اور عورت مشتری اور مال درحقیقت عصمت اور
عفت ہے جو بعوض زر مہر عورت فروخت کر رہی ہے۔ چونکہ انسان کی اصلی فطرت حیوانات کے
افعال و حرکات سے مستنبط ہو سکتی ہے اسلیے کہ اُنمین تصنع اور بناوٹ نہین ہوتا ہے
لہذا ہم کو دیکھنا چاہیے حیوانات کی طبعی حالت کیا ہے اور وہ اپنی زندگی کیونکر بسر کرتے ہین
ہم جہانتک غور کرتے ہین ہر جانور اپنی امداد اور اعانت کے لیے اپنا ساتھی منتخب کر لیتا ہے
بغیر اُسکے کوئی جانور نہین پایا جاتا۔ ہر جانور مین نر و مادہ موجود ہین اور یہ دونون باطمینان اپنی

زندگی بسر کرتے ہین۔ اگرچہ دیگر جانور اپنی مادہ کے مرجانے سے کسی دوسری کی تلاش کر لیتے ہین لیکن سارس
وغیرہ دیگر طیور کی نسبت یہ سُنا جاتا ہے کہ انمین سے اگر ایک بھی مر جاتا ہے تو دوسرا بھی اُسکے فراق اور جدائی مین
اپنی جان دیدیتا ہے۔ پس جب جانورون کی یہ حالت ہے تو انسان کی حالت تو اس سے بدرجہا بہتر ہونا چاہیے اسلیے
انسان فطرتاً مجبور ہے کہ کوئی اپنا جوڑا پیدا کرے ایک حکیم کا قول ہے کہ نکاح جماعتون کے شیرازہ تہذیب
کی اصل اور تمدن کی بنیاد ہے۔ اور تا وقتیکہ مرد کا کوئی مددگار اور مونس نہو تو وہ واقعی معاشرت اور
تمدن مین ترقی نہین کر سکتا ہے۔ اسی لیے اہل اسلام مین بیوہ کے نکاح کی سخت تاکید کی گئی
ہے اور ارشاد ہوا ہے فانکحوا الایامیٰ منکم اور اپنی بیواؤن کے نکاح کر دو اور یہ حکم اس اصول پر مبنی
ہے تاکہ انسان کسی حالت مین بغیر معین و مددگار نرہے۔ اہل اسلام کے قبل عورتون کی حالت
نہایت درجہ خراب تھی اور وہ مثل چارپایون کے سمجھی جاتی تھین اور اُنکے حقوق مردون نے بالکل پامال
کر دیے تھے۔ اور سلطنت روم و ایران مین عورتون کی حالت بدرجہا بدتر تھی لیکن اسلام ہی ایک
ایسا مذہب ہے جس نے عورتون کو مردون کے ساتھ ہم پلہ قرار دیا اور اُنکے حقوق کی حفاظت
کی مفصلۂ ذیل اقوال جو ہر مذہب مین عورات سے متعلق ہین اُن سے ناظرین اسکا اندازہ
کر سکتے ہین کہ دیگر مذاہب مین عورتون کی نسبت کیا خیالات ہین اور اسلام نے اُنکو کس درجہ پر
پہونچا دیا ہے۔ ہندوؤن کے قانون مین درج ہے کہ تقدیر۔ طوفان۔ موت۔ زہر۔ زہریلا سانپ
انمین سے کوئی اسقدر خراب نہین ہے جیسا کہ عورت۔ انجیل مین تحریر ہے کہ عورت موت سے زیادہ

تلخ ہی توراۃ مین مذکور ہو کہ جو کوئی خدا کا پیارا ہو اپنے تئین عورت سے بچائے چینیون مین مثل ہو کہ اپنی
بیوی کی بات سُننا چاہیے لیکن اُسپر یقین نہین کرنا چاہیے۔ روسی مثل ہو کہ دس عورتون مین
ایک روح ہوتی ہے۔ اٹالیون کی مثل ہو کہ گھوڑا اچھا ہو یا بُرا اُسے مہمیز کی ضرورت ہوتی ہو
لیکن عورت اچھی ہو یا بُری اُسے مار کی ضرورت ہوتی ہو۔ اسپینی مثل ہو کہ بُری عورت سے بچنا چاہیے
لیکن اچھی عورت پر کبھی بھروسا نہین کرنا چاہیے۔ یہود۔ یونانی۔ رومی اور اقوام حال کے
کل قوانین عورت کو طفل نابالغ سمجھتے ہین منو کا قول ہے کہ عورت صغر سنی مین اپنے باپ کے
ماتحت ہوتی ہو جوانی مین شوہر کے ماتحت رہتی ہو۔ اور بڑھاپے مین اپنے بیٹون اور اقربا کی ماتحت
رہتی ہے۔ غرض فرقۂ اُناث اس لائق نہین سمجھا جاتا ہو کہ خود مختارانہ زندگی بسر کرے۔ روم
مین عورتون پر جابرانہ حکومت کیجاتی تھی اور شوہر اُسکی جان و مال کا مالک سمجھا جاتا تھا
اور قانون یونان مین حق وراثت سے وہ بالکل محروم سمجھی جاتی تھین۔

حکماے روم نے جنکا قانون تمام جہان مین مشہور ہے اور موجودہ قانون کی بنیاد ہو ۵۸۶ء مین
ایک جلسہ کیا اور اُسکا مقصد یہ تھا کہ اسکی تحقیقات کیجائے کہ عورت مین روح ہو یا نہین اگرچہ سب نے
یہ تسلیم کرلیا کہ عورت مین روح ہو اسلیے کہ وہ بنی نوع انسان کا ایک جز ہو لیکن وہ مرد کی خدمتگزاری کیلیے پیدا کیگئی ہو
یہ ہین وہ قول اور احکام جو دیگر مذاہب اور اقوام مین فرقۂ اناث کے متعلق نافذ ہین پس کیا کوئی مذہب
اور قوم اسکا دعویٰ کرسکتی ہو کہ انھون نے بمقابلہ اسلام کے فرقۂ اناث کو فرقۂ ذکور کے مساوی

حقوق دئیے ہین - بہر حال ہر حیثیت سے اسلام کے مذہبی احکام کیا بلحاظ معاشرت اور کیا بلحاظ تمدن عقل کے مطابق ہین - اگر نکاح لازمی نہ قرار دیا جاتا تو انسان کی حالت حیوانات سے بدتر ہو جاتی - نہ اُسپر مذہبی احکام نافذ ہو سکتے تھے اور نہ وہ اُنکی تعمیل کے قابل ہو سکتا تھا - در حقیقت نکاح ہی ایک ایسی چیز ہی جو قرابت اور رشتہ قایم کرا دیتا ہی - اہل اسلام مین بوقت نکاح شہود کی موجودگی لازمی قرار دیگئی ہی جو ایک حکیمانہ اصول پر مبنی ہی - اسلیے کہ جب نکاح ایک قسم کا معاہدہ ہی تو شہود کا بوقت انعقاد عقد ہونا لازمی ہی - نکاح کے متعلق متعدد احکام ہین لیکن ہم صرف ایک تفصیلی آیت کا حوالہ دیتے ہین (الیوم احل لکم الطیبٰت طعام الذین اوتوا الکتاب الی آخرہ) یعنی تمام پاک چیزین تمھارے لیے پاک کر دیگئی ہین اور اہل کتاب کا کھانا تمھارے یہان حلال ہی اور تمھارا کھانا انکی یہان حلال ہی اور مسلمان بیاہتا بی بیان اور جن لوگونکو تم سے پہلے کتاب دیجا چکی ہی انمین کی بیاہتا بی بیان تمھارے لیے حلال ہین بشرطیکہ اُنکے مہر اُنکے حوالہ کر دو - اور تمھارا ارادہ اُنکو نکاح مین لانے کا ہو نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنائی کا - اور مسلمانون کو اپنی عورتون کے ساتھ حسن معاملت کی اسطرح تعلیم فرمائی (وعاشروھن بالمعروف) مسلمانو - اپنی بی بیون کے ساتھ حُسن سلوک کا برتاؤ کرو -

طلاق

اہل اسلام مین طلاق شرعاً نہایت مذموم اور مکروہ ہی تاہم بعض مصالح سے مرد کو اسکا اختیار دینا ضروری خیال کیا گیا - ورنہ اگر یہ اختیار نہ دیا جاتا تو بہت سے مناقشے پیدا ہو جاتے اسلیے

کہ ہم اسوقت دیگر اقوام مین دیکھ رہے ہین کہ طلاق کے نہونے سے اُنکے یہان کیا کیا دقتین
پیش آرہی ہین مرد اور عورت مین بدمزگی پیدا ہوگئی ہے اور ایک دوسرے کو کراہت اور نفرت کی نگاہ سے
دیکھتا ہے لیکن نہ مرد طلاق دیسکتا ہے اور نہ عورت خلع کر سکتی ہے اور تاوقتیکہ عورت کی بدکاری و
ناکاری عدالت مین ثابت نہ قرار دیجائے مرد کو عورت سے نجات نہین مل سکتی ہے اس قسم کی تضحیک آمیز
واقعات روزانہ پیش آتے ہین۔ اخبار کرسنیٹ لورپول ۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء لکھتا ہے کہ امریکہ مین سنہ ۱۹۰۳ء
مین چھ لاکھ طلاقین ہوئین۔ اگرچہ اسلام مین طلاق جائز رکھی گئی ہے لیکن وہ اسقدر قیود اور سختی کے
ساتھ ہے کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ اولاً زمانہ حیض مین طلاق کی ممانعت
ہے اور دوسری طلاق کے بعد عدت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلیے کہ اسمین نسب کی حفاظت ہے
تاکہ تین مرتبہ ایام آجانے کے بعد عورت کے حاملہ نہونے کے متعلق اطمینان ہوجائے اسکے علاوہ
زمانہ عدت مین اسقدر کافی وقت ملتا ہے کہ اگر مرد اور عورت صلح پر رضامند ہون تو صلح کر سکتے
ہین اگرچہ مردون کو شرع اسلام نے بذریعہ طلاق فسخ نکاح کا حکم دیا ہے تاہم یہ حق عورتون کو
بھی عطا کیا گیا ہے جسکو خلع کہتے ہین اور طرفین کی جانب سے برضامندی علیحدگی ہو تو اسکو مبارات
کہتے ہین مشرکین عرب اور یہودیون مین دستور تھا کہ چند خاص صورتون مین عالی خاندان عورتین اپنے شوہرون کو
طلاق دینے کا حق اپنے لیے مخصوص رکھتی تھین۔ اور جب وہ اس حق کو عمل مین لانا چاہتی تھین تو اپنے
خیمون کو ایک جگہ سے اوکھاڑ کر دوسری جگہ نصب کر دیتی تھین جن سے اُنکے شوہرون کو معلوم

ہوجاتا تھا کہ طلاق ہوگئی لیکن اسلام نے بلحاظ مساوات ہر فرقہ کو وہی حق دیا ہی جو دوسرے
فرقہ کو حاصل ہی کسی کو کسی پر ترجیح نہین دی ہی۔ باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہی (الطلاق مرتان
فامساك بمعروف او تسریح الی اخرہ) یعنی طلاق جسکے بعد رجوع ہوسکتا ہے وہ دو طلاقین ہین جو دو
دفعہ کرکے دیجائین پہر دو طلاقون کے بعد یا تو دستور کے موافق زوجیت مین رکھنا یا احسن سلوک کے
ساتھ رخصت کردینا مگر جو کچھ تم انکو دیچکے ہو اسمین سے تم کو لینا نہین چاہیے۔ حال ہی مین بمقام
لندن مسئلہ طلاق پر غور کرنے کے لیے لایق اور قابل اشخاص کی ایک کمیشن مقرر کی گئی تھی
اور انہین منجملہ اور لایق اور قابل حضرات کے ہمارے محترم اور مسلمہ لیڈر قوم رائٹ
آنربیل مسٹر امیر علی صاحب بھی تھے منجملہ اور امور کے انھون نے اس امر پر بھی بہت زور دیا تھا کہ
شرع اسلام کے احکامات متعلقہ طلاق انگلستان اور ہندوستان کے قانون طلاق سے افضل ہین

وصیت

وصیت کے احکام قریب قریب ہر مذہب مین پائے جاتے ہین اسلام نے وصیت
کے متعلق بلحاظ دور اندیشی و پیش بینی اسقدر توضیح کی ہے کہ موصی اپنی جائداد بقدر ایک ثلث کے
وصیتاً کسی کو دیسکتا ہی لیکن ایک ثلث سے زیادہ بلا رضامندی اپنے کل ورثہ کے کسی ایک کو
وصیت نہین کرسکتا ہی۔ اسکے علاوہ موصی کے لیے عاقل اور بالغ ہونا بھی ضروری ہی تاکہ وہ
اس قابل ہو کہ وصیت کرکے دوسرے کو مالک کرسکے اور نیز وہ مال جسکی وصیت کیجائیگی کسی دین مین
مستغرق نہو اور جسکی نسبت وصیت کیجاوے موصی کا قاتل نہو یہ حکم نہوتا تو ممکن تھا کہ موصی لہ جائداد پر جلد قبضہ مل جانے کی

کوشش کرتا اور موصی کو قتل کر ڈالتا اسکے ساتھ ہی وصیت کو توریث پر مقدم کیا ہے باریتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت... الیٰ آخرہ یعنی جب تم مین سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو اور کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو مان اور باپ اور رشتہ دارون کی واجبی طور پر وصیت کرے اسکے علاوہ مرد کو اپنی عورت کے لیے خاص طور پر وصیت کا حکم دیا گیا ہے اور ارشاد ہوا کہ والذین یتوفون منکم.... الیٰ آخرہ یعنی جو لوگ تم مین سے مرجائین اور بی بیان چھوڑ مرین تو اپنی بی بیون کے لیے ایک برس تک گھر سے نہ نکلنے اور نان ونفقہ کی وصیت کرین۔

قصاص چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اور قاتل کو نہایت تنقیح اور جانچ کرنیکے بعد ملزم قرار دینے کا حکم ہے اسلیے اسلام نے شرعاً قتل کے مختلف اقسام قرار دیے ہین اور ہر قسم کے متعلق شارع نے نہایت نازک باتین پیدا کین ہین تاکہ احکام قصاص کے صادر کرنے مین غلطی کا احتمال نہو۔ قتل کے اقسام یہ ہین۔ قتل عمد۔ قتل شبہ عمد۔ قتل خطا۔ قتل قائم مقام قتل یا لسبب۔ اور اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ مورث کے قتل کی حالت مین وارث قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ عاقل اور بالغ ہو۔ اسکے علاوہ اس امر کی خاص تاکید ہے کہ کوئی شخص محض مفلسی کی وجہ سے اپنے بچون کو قتل نہ کرے۔ اور ارشاد ہوا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاکم یعنی مفلسی کے ڈر سے اپنے بچون کو قتل نہ کرو کیونکہ ہم تم کو بھی رزق دیتے ہین اور انکو بھی۔ اسکے بعد یہ ارشاد ہوا کہ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ

یعنی کسی جان کو جسکا مارنا اللہ نے حرام کردیا ہی ناحق قتل نہ کرو۔ اور جو شخص ظلم سے مارا جائے
تو ہم نے اُسکے وارث کو قاتل سے قصاص لینے کا اختیار دیا ہی تو اُسکو چاہیے کہ خون کا بدلہ لینے
مین زیادتی نہ کرے۔

عرب مین دستور تھا کہ اگر کوئی بڑا آدمی کسی ادنی کو مار ڈالتا تھا تو اُس سے قصاص نہ لیتے تھے
اور اگر بڑا آدمی مارا جاتا تھا تو ایک ایک کے عوض کئی خون کر ڈالے جاتے تھے اور اسمین دنیوی وجاہت
کا خیال رکھا جاتا تھا۔ چونکہ اسلام نے ہر مسلمان کو خواہ کسی درجہ کا ہو بھائی قرار دیا ہے اور
مساوات کے برتاؤ کا حکم دیا ہے پس ضرور تھا کہ قصاص لینے مین بھی کسی قسم کی وجاہت کا
خیال نہ رکھا جاتا۔ اگرچہ اہل اسلام مین قتل کی سخت ممانعت کیگئی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی
حکم دیا گیا ہی کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو نادانستہ جان سے مار ڈالے تو ایک مسلمان بردہ
آزاد کرنا چاہیے اور وارثان مقتول کو خونبہا دینا چاہیے اور اسکی سخت تاکید کی گئی کہ کوئی مسلمان
کسی مسلمان کو عمداً قتل نہ کرے اور ارشاد ہوا (ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاہ جہنم خالدا فیہا)

جملہ ارکان پر ایک نظر ہم نے حتی الامکان ہر رکن کے شعبہ کی تنقیح احکامات الٰہی اور احادیث
کے حوالہ سے کی ہی اور از روے عقل انکو جانچا ہی ناظرین خود غور کرسکتے ہین کہ اسلام مین جسقدر
احکام معاملات اعتقادات عبادات اور اخلاق کے متعلق ہین وہ کیسے سچے اور صحیح اصول پر مبنی ہین پس اسکے
بعد بھی کیا کوئی عاقل اعتراض کرسکتا ہی کہ اسلام تمدن اور ترقی کا مانع ہی بلکہ درحقیقت وہ معین

اور معاون ہے اور وہ یہ حکم نہیں دیتا کہ انسان دنیا کو ترک کر کے اور تمام جائز لذات دنیوی کو دائمی
طور پر چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائے۔ بلکہ اسکی سخت ممانعت کرتا ہے اگر ایسا ہوتا تو خداوند کریم ہمکو لذات دنیوی سے
تمتع اٹھانے کا کیون حکم دیتا وہ تو فرماتا ہے کہ (قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ والطیبات
من الرزق) اور یہ حکم دیتا ہے کہ دنیا اور آخرت دونون کو طلب کرو (ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی
الاخرة حسنة) آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کے لیے تم اسقدر کوشش کرو کہ گویا تم ہمیشہ زندہ
رہو گے اور آخرت کے لیے اس طرح پر کہ کل ہی مرجاؤ گے اور پھر ارشاد ہوا کہ تم مین بہتر وہ شخص ہے
کہ جو نہ آخرت کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دے اور نہ دنیا کی وجہ سے آخرت کو چھوڑ دے۔ بلکہ اسکو بھی لے اور اسکو بھی
درحقیقت اسلام اسکی ہدایت کرتا ہے کہ خدا سے خوف کرو نیکی اختیار کرو برائیون کو چھوڑو اپنے ابنائے
جنس کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرو اور انکے ساتھ خلق سے پیش آؤ۔ جھوٹ فریب مکاری کو
چھوڑو۔ صداقت۔ دیانت داری کو اختیار کرو۔ اور اسی کو اتقا اور پرہیزگاری کہا جاتا ہے درحقیقت
صحابۂ کرام اتقا اور پرہیزگاری اور دینی اور دنیوی کمال کے نمونہ اور اسلام کی مجسم تصویر تھے نہایت
اولوالعزم۔ باہمت محنت اور کوشش کرنے والے قوم کی عزت اور عظمت کی بنیاد ڈالنے والے تھے
وہ محض جسمانی عبادت اور ریاضت کے خوگر نہ تھے۔ نوع انسان کو مہذب اور شایستہ بنانا اور
انکے ساتھ عملی طور پر ہمدردی کا برتاؤ کرنا بھی انکی عادات مین داخل تھا۔ جو لوگ شب و روز
کی ریاضت اور عبادت مین مشغول ہین۔ اور مسلمانون کی حالت سے بالکل بے خبر ہین اور اسلام

پستی اور تنزلی کی اُنکو کچھ پروا نہین ہے وہ کامیابی کی شاہراہ سے بہت دور ہین۔ آنحضرتؐ سے
ایک مرتبہ ابو قلابہ کا ایک دوست مسجد مین ملا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اگر مین تجھکو تلاش معاش مین
دیکھون۔ تو یہ بہتر ہے بمقابلہ اسکے کہ ایک مسجد کے گوشہ مین بیٹھا ہوا دیکھون۔ پس ناظرین غور کر سکتے
ہین کہ نوع انسان کی ترقی اور اُسکو اعلیٰ مدارج تک پہونچانے کے لیے اس سے بڑھکر سہل الاصول احکام
کیا ہو سکتے ہین۔ بہرحال ہمکو اُس قادر مطلق اور خالق ذوالجلال کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے جس نے
اپنی وسیع قدرت سے ہم کو ایک وقت معین تک اس عالم مین ایک غرض خاص سے پیدا کیا ہے
اور ہم کو اُن اعلیٰ مدارج کے حصول کی کوشش کرنا چاہیے جو انسان کامل کو عطا کیا گیا ہے
(اولم یتفکروا فی انفسھم ما خلق اللہ السموات والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی وان
کثیراً من الناس بلقاء ربھم لکفرون) اور پھر ارشاد ہوا۔ افحسبتم انما
خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون۔

تمت

صحت نامہ الاحسان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ج	۶	ناظرہ	ناضرہ
۱	۱۱	حضرت	مضرت
۵	۱	الی اللہ	ماسوا اللہ
۵	۱	رہنا	رہنا ہی
۶	۳	رُہبانیت کو	رہبانیت کی
۱۱	۱۰	سرسید	سرسبد
۱۴	۱	اخلاق پر	اخلاق
۱۴	۷	لنهدینهم	لنهدینهم سُبلنا؟
۱۶	۱۴	قطرہ بگریست کہ	قطرہ بگریست کہ از بحر
۱۶	۱۴	بحر بخندید	بحر بر قطرہ بخندید
۱۸	۶	اصلاح	اصطلاح
۳۲	۷	اوسکی	اوبس سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶	۱۵	مُتضنا	مُتضاد
۵۰	۹	یعنی	یغنی
۵۲	۱	متکاھم متکوہ	منسِکا ہم منسکوہ
۵۲	۱۰	موقوفا	موقوتا
۵۷	۵	(99) درا	دراز
۵۹	۷	کسی کو ہوکا ہے	کسی کو ہی ہوگا
۶۳	۴	اوفوکیل	اوفوا الکیل
۶۵	۹	شرع	شرعی
۶۵	۱۰	مرد بائع عورت مشتری	مرد مشتری عورت بائع
۶۹	۱۲	مسارات	مبارات
۷۳	۱۳	بعبادہ	لعبادہ
۷۳	۱۴	عادات	عبادات

قابلِ دید کتب

قرآن شریف مترجم شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کا ترجمہ سلیس اردو مین قیمت غیر مجلد عمار مجلد سے ر

فتوحات بھنسا - حالات محاربہ صحابہ کبار ترجمہ اُردو کتاب مولانا محمد المعز علیہ الرحمۃ اور رومیون کی حکومت کا بیان مسلمانون کا راہ خدا مین ثابت قدمی سے جہاد کرنا قیمت عمار

المامون - دو حصے مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کی زندگی کے واقعات عجیب پیرایہ مین درج ہین قیمت عہ

اثبات التقدیر - مسئلہ تقدیر کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی کی بے مثل کتاب قیمت ۶

حیات انیس - خدائے سخن حضرت انیس کے حالات مین اس سے زیادہ جامع اور مکمل ابتک کوئی کتاب شائع نہین ہوئی قیمت عمار

ایشیائی شاعری - فلسفیانہ رنگ مین شاعری کے رموز بتائے گئے ہین قابل دید کتاب ہے قیمت عہ

خیالات آزاد - ولایت مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام مولانا آزاد کی عجیب و غریب

ڈکشنری خمارستان مین ڈاکٹر جسن کی مالیخولیا جنجال کونسل کی کارروائی اور دیگر خریدار گر نتیجہ خیز مضامین قیمت عہ

انشائے اُردو - دلچسپ و پر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جسمین مولانا نذیر احمد نواب محسن الملک اور بعض ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین عہ

نظم نگارین - حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا دیوان قیمت . . . . عہ

ریاض سحر - شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ۸ر دیوان بحر - شیخ امداد علی صاحب بحر کا دیوان قیمت عہ

دیوان وزیر - خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۱۲ر دیوان صبا - میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۸ر

نظم بے نظیر - شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت . . . . عہ

اسرار رنگون - رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا گویا آئینہ ہے قیمت عہ

اُردو لشکر - (ترکیب بند) اُردو کی سرگذشت خود اُردو کی زبان سے نہایت دلچسپ سا ہے مین زبان پاکیزہ قیمت عہ

بنی جی کی خوشی - زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ار

مرزا پھویا - علیگڈہ کالج کے متعلق سید سجاد حیدر بی - اے کی ایک مزیدار نظم ار

ایک نادان خدا پرست مصنفہ سید مرحوم - لڑکون اور لڑکیون چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے اور دنیادار کی تنہائی کے قابل ہے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ار

آئینہ مشاعرہ - مرزا غالب کی مشہور غزل (جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا) کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے واسطے ہندوستان کے تمام اساتذہ نے نہایت زور دار غزلین لکھی تھین - یہ اسی کا پر لطف مجموعہ ہے قیمت ۱۲ر